مرکز احیاء الفکر الاسلامی کا دینی، دعوتی، علمی، ادبی، تحقیقی، فکری اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ نقوش اسلام

VOL.No.4 | جنوری ۲۰۱۰ء (Janvry,2010) محرم، صفر ۱۴۳۱ھ | Issue.No.11

زیر سرپرستی

مفکر ملت حضرت سید محمد رابع حسنی ندوی
ولی مرتاض حضرت مولانا سید مکرم حسین سنسار پوری
عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم رائے پوری

مجلس مشاورت

مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی — مولانا محمد عامر صدیقی ندوی
مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی — الحاج موسیٰ بھائی درسوت
مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی — مولانا محمد احمد صالح جی
مولانا حافظ قاری محمد ایوب — مولانا محمد اختر قاسمی

مجلس ادارت

مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی ❁ مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری ❁ مولانا حمید اللہ قاسمی کبیر نگری

چیف ایڈیٹر: محمد مسعود عزیزی ندوی
مدیر انتظامی: حافظ عبدالستار عزیزی
مدیر معاون: ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

NUQOOSH-E- ISLAM
MUZAFFARABAD.SAHARANPUR.247129
(U.P)INDIA.Ph.0132.2775452.Cell.09719831058
E.mail : nuqooshe_islam@yahoo.co.in
masood _azizinadwi@yahoo.co.in
ماہنامہ ''نقوش اسلام'' مظفر آباد، سہارنپور 247129 (یوپی) انڈیا

شرح خریداری

ہندوستان کے لیے
فی شمارہ ۱۰/روپے
سالانہ ۱۰۰/روپے
خصوصی ۳۰۰۰/روپے
ایشیائی، یورپی افریقی و امریکی ممالک کے لیے ۲۰/ڈالر

رسالہ کے جملہ امور سے متعلق اس نمبر پر رابطہ کریں: 09719639955

منیجر توسیع و اشاعت: قاری محمد صالحین
09675335910/ 09813806392

Markazu Ihyail Fikril Islami , A/C No. 30416183580,S.B.I
Monthly Nuqoosh-e-Islam, A/C No. 30557882360,S.B.I

PRINTER, PUBLISHER AND OWNER MOHD.MASOOD AZIZI NADVI
PRINTED BY UNION PRINTING PRESS DEOBAND SAHARANPUR PUBLISHED AT
Vill&P.O.MUZAFFARABAD, DISTT.SAHARANPUR (U.P) **EDITOR**:MOHD.MASOOD AZIZI NADVI

iles\A017.TI not found.　Files\A003.TIF not found.　iles\A017.TI not found.

اس شمارے میں

عناوین	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ		۳
سفرنامہ ٹونک وجے پور	محمد مسعود عزیزی ندوی	
تبرکات اکابر		۱۰
ملفوظات حضرت رائے پوریؒ	مولانا محمد حسین للّٰہی	
مشعل راہ		۱۴
ایمان والوں کے لیے جامع وکامل نمونہ	سید رشید احمد حسنی ندوی	
لائحہ عمل		۱۶
قرآن مجید طریقہ تعلیم......	مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی	
یاد رفتگاں		۱۸
برادر معظم مولانا عزیز الرحمٰن......	مولانا سعید الرحمٰن صاحب اعظمی	
دعوت فکر		۲۱
مسلم لڑکیوں کی تعلیم کا مسئلہ	فیروز بخت احمد نئی دہلی	
مسائل وفقہ		۲۴
کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کے احکام	مولانا فہیم الدین قاسمی	
فکروعمل		۲۶
مسلمانوں کو اخوت ومحبت سے......	جناب خالد سلیم صاحب	
تاریخ وسیرت		۲۸
مسلم سائنسداں الغرناتی	محمد سراج الدین بنگلور	
مآثر اکابر		۲۹
امام احمد بن حنبلؒ اور فتنہ خلق قرآن	مولانا رحمت اللہ ندوی نیپالی لکھنؤ	
جائزہ		۳۱
غیر مسلم ممالک میں عدالت کے.....	مولانا عبید اللہ ندوی رائے بریلی	
فکر عقبیٰ		۳۶
موت کی یاد اور آخرت کی فکر	ابوحمزہ وستانوی اکل کوا	
تاریخ اسلام		۴۲
مدینہ منورہ کی پہلی درسگاہ	مولانا محمد عمر مجاہد پوری	
تبصرے		۴۶
نئی کتابوں پر تبصرہ	محمد مسعود عزیزی ندوی	
مراسلات		۴۷
آپ کی رائے	(ادارہ)	
حالات حاضرہ		۴۸
عالمی خبریں	حافظ عبد الستار عزیزی	

○ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ اسی رسالہ کے ساتھ آپ کی سالانہ مدت خریداری پوری ہورہی ہے، لہٰذا آئندہ کے لیے جلد ہی زرتعاون مبلغ ۱۰۰؍روپے ارسال فرمائیں، تاکہ رسالہ کو جاری رکھا جاسکے۔ (ادارہ)

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے لئے شرح اشتہار

ٹائٹل صفحہ آخر رنگین (فل سائز)	۳۰۰۰
؍؍ ؍؍ اول اندرونی ؍؍ ؍؍	۲۵۰۰
؍؍ ؍؍ آخر اندرونی ؍؍ ؍؍	۲۰۰۰
صفحہ اندرونی (فل سائز)	۱۰۰۰
آدھا صفحہ اندرونی	۶۰۰
۱/۴ صفحہ ؍؍	۴۰۰

نوٹ: شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں، ہر قسم کی چارہ جوئی کا حق صرف عدالت سہارنپور کو ہی ہوگا۔

پرنٹر پبلیشر: محمد مسعود عزیزی ندوی نے یونین آفسٹ پریس دیوبند میں طبع کراکے دفتر ماہنامہ نقوش اسلام مظفرآباد سے شائع کیا

کمپوزنگ: عزیزی کمپیوٹرسنیٹر: مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد، سہارنپور، یوپی (الھند)

نوادر

سفرنامہ ٹونک وجے پور

محمد مسعود عزیزی ندوی

الجمعية المحمديه للتعليم والرعاية الاجتماعيه (المحمد یہ ایجوکیشن اینڈ ویلفیئر سوسائٹی) کے بانی جناب مولانا محمد عامر صاحب ندوی رئیس قسم المشاریع جمعیۃ الشیخ عبداللہ النوری الخیریہ کویت نے اپنے شہر ٹونک راجستھان میں اپنی سوسائٹی کے تحت لڑکیوں کی دینی وعصری اعلیٰ تعلیم وتربیت کے لیے ایک ادارہ ''مرکز الامین الاسلامی للبنات'' قائم فرمایا، جس میں انہوں نے ایک نوتعمیر شدہ ہال کے افتتاح کی تقریب کے منعقد کرنے کا پروگرام بنایا ہوا تھا، اس میں شرکت کے لیے انہوں نے راقم سطور کو بھی دعوت دی تھی، چنانچہ راقم نے اپنے رفیق سفر کے طور پر مولوی حمید اللہ قاسمی معاون ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کو لیا، اور ۱۱ر دسمبر ۲۰۰۹ء جمعہ کو احمد آباد میل سے سوار ہو کر ۱۲ر دسمبر کی صبح جے پور کے راستہ سے ٹونک پہنچا۔

ٹونک شہر

ہندوستان کا صوبہ راجستھان تعلیمی اعتبار سے پسماندہ صوبہ سمجھا جاتا ہے، جس کا رقبہ ۳۴۲،۲۳۹ مربع کلومیٹر ہے، یہاں کے باشندوں کی تعداد ۵۶،۴۷۳،۱۲۲ ہے، جن میں مسلمانوں کا تناسب ۲۰ر فیصد ہے اور مسلمانوں کی تعداد ۱۱،۲۹۴،۶۲۴ ہے، جہاں پر ناخواندگی کی شرح ۳۹ر فیصد ہے اور یہاں ہندی، اردو اور راجستھان کی علاقائی زبان بھی بولی جاتی ہے، اور مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں۔

ٹونک صوبہ راجستھان کا ایک شہر اور ضلع ہے، جہاں پر مسلمانوں کی اغلبیت ہے، تاریخی اعتبار سے یہ ملک کا مردم خیز شہر اور علم وادب کا گہوارہ رہا ہے، جہاں پر ہر زمانہ میں اہل علم، اہل ادب واہل فن پیدا ہوئے ہیں، ٹونک بہت سی خصوصیات کا حامل علاقہ رہا ہے، وہ نوابوں کا شہر بھی رہا ہے اور وہاں کے لوگ اہل علم اور بزرگوں کے قدرداں بھی رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہاں تیرہویں صدی ہجری کی چوتھی دہائی میں عالم ربانی مجاہد کبیر حضرت سید احمد شہیدؒ (م ۱۲۴۶ھ) نے پڑاؤ ڈالا تھا، آپ کے ساتھ علماء، صلحاء، فضلاء اور مجاہدین ومصلحین کی ایک جماعت تھی، جس محلّہ میں آپ کا قیام ہوا، اس کا نام ہی ''قافلہ'' پڑ گیا، اس کے بعد وہاں پر اس طرح کی عبقری شخصیتیں پیدا ہوتی رہی ہیں، جنہوں نے اپنے اپنے وقت میں وہاں پر علمی، عملی، اصلاحی، ادبی اور دعوتی سرگرمیوں کو جاری رکھا۔

۱۸۵۷ء کے بعد جب ملک کے حالات انگریزی استعمار کے شکار ہوئے، تو ٹونک کو بھی یقینی طور پر متاثر ہونا تھا، اس لیے وہاں کی بھی علمی اور ادبی زندگی پر اثر پڑا، اور وہاں کی علمی وادبی مجلسیں ماند پڑ گئیں، اور پھر اس کا شمار تعلیمی واقتصادی اعتبار سے

ملک کے سب سے پسماندہ علاقہ میں شمار ہونے لگا، جہاں پر بدعت، جہالت اورخرافات عام ہوگئی، اوراب وہاں پر چند ابتدائی مکاتب کے علاوہ کوئی مہتم بالشان ادارہ نہیں ہے، اس لیے مولانا محمد عامر صاحب ندوی ٹونک کی عظمت رفتہ کی بحالی کی کوشش کررہے ہیں۔

مرکز الامین الاسلامی للبنات میں پروگرام

۱۲/دسمبر ۲۰۰۹ء سنیچر کو بعد نماز مغرب مرکز کی ایک جدید عمارت میں پروگرام کا انعقاد ہوا، جس کی صدارت ٹونک کے مفتی مولانا محمد سعید صاحب نے کی، اور مدرسہ بورڈ کے سابق سکریٹری جناب شرف الدین بیگ نے خصوصی طور پر شرکت کی، پہلے طالبات نے اپنا تعلیمی اور ثقافتی پروگرام پیش کیا، اس ادارے میں ۱۱۰/طالبات ہاسٹل میں مقیم ہیں اور ۴۰/طالبات شہر سے آتی جاتی ہیں، مرکز کے نگراں مولانا رضوان صاحب کرناٹکی اوران کی اہلیہ بہت سرگرم اوراپنے مفوضہ امورکو بہت اچھے انداز میں انجام دے رہے ہیں، ان کی محنتوں کا ثمرہ اس طرح سامنے آیا کہ ۲/ماہ کے اندر انہوں نے طالبات کے اندر جو اسپرٹ اور صلاحیت پیدا کی، اس کا مظاہرہ اکثر طالبات نے کیا، کسی نے نعت پڑھی، کسی نے تلاوت کی، کسی نے تقریر کی، اس طرح اکثر طالبات نے حصہ لیا، اس کے بعد شرف الدین بیگ صاحب نے اپنے اچھے تأثرات کا اظہار کیا اور ہرطرح سے اپنا تعاون پیش کرنے کی یقین دہانی کرائی، پھر شہر کے بعض معزز اور ایجوکٹیڈ حضرات نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اورادارے کی افادیت اور حضرت مولانا محمد عامر صاحب کی سرگرمیوں کو سراہا۔

اس کے بعد راقم کو تقریر کی دعوت دی گئی، چنانچہ راقم نے پہلے ٹونک کا پس منظر، اوراس کی تاریخی اورعلمی حیثیت کو بیان کیا، اور موجودہ صورت حال کی طرف بھی اشارہ کیا، نیز راقم نے عرض کیا کہ آپ کے اس شہر سے عالم اسلام کی مشہور شخصیت مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ (متوفی ۱۹۹۹ء) کو بھی بڑا گہرا تعلق تھا، اوروہ برابر وہاں کی فکر رکھتے تھے، اس لیے کئی مرتبہ ٹوک کا سفر بھی کیا، ایک تو اس لیے کہ آپ کے خاندان کے مرد مجاہد حضرت سید احمد شہیدؒ نے اس شہر میں قیام فرمایا، نیز آپ کے استاذ حدیث حضرت مولانا حیدر حسن خاں صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اسی شہر کے رہنے والے تھے، اور آپ کے داعی ہونے اور امت کے لیے فکرمند اور مخلص ہونے کی بنا پر بھی آپ کو اس شہر سے خصوصی تعلق تھا، اوروہ اس شہر کی عظمت رفتہ کی بازیابی کے لیے فکرمند رہتے تھے، اس لیے مولانا محمد عامر صاحب ندوی نے حضرت مفکر اسلام کے ایماء سے ۱۹۹۹ء میں ''الحمد یہ ایجوکیشن اینڈ ویلفیئر سوسائٹی'' قائم کی، جس کے ذریعہ سے وہ یہاں پر دینی اورعصری تعلیم کے ادارے بھی قائم کررہے ہیں اور یہ ادارہ خوداس کی ایک نشانی ہے، اس کے بعد راقم نے لڑکیوں کی تعلیم کی اہمیت پر گفتگو کی اوران کو بتلایا کہ تاریخ میں جن رجال کار اور بڑے لوگوں کے حالات ہم پڑھتے ہیں، ان کی سیرت سازی میں اکثر ان کی ماؤں کا کردار رہا ہے، اگر تم نے بھی اچھی تعلیم وتربیت حاصل کی، توتم بھی امت کے بڑے لوگوں کے وجود کا ذریعہ بن سکتی ہو، اوران کو بتلایا کہ والدہ کی تربیت کی وجہ سے کیسے کیسے لوگ اورعبقری شخصیتیں پیدا ہوئیں، بی بی ستارہ کی تربیت کی وجہ سے بوعلی سینا جیسا فرزند پیدا ہوا،

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی والدہ کی حسن تربیت کی بنا پر وہ پیدا ہوئے، حضرت نظام الدین اولیا کی والدہ کی حسن تربیت اور تعلیم کی وجہ سے وہ حضرت نظام الدین بنے، اور قریب کے دور میں حضرت مولانا الیاس صاحب، مولانا شیخ زکریا، مولانا علی میاں جیسے لوگ پیدا ہوئے، اور مولانا محمد علی جوہر کی والدہ کی مثال دی کہ کس طریقہ سے ان کی والدہ نے تربیت کی اور خلافت پر جان کی بازی تک لگانے کے لیے ابھار دیا، اور کیسے حضرت اسماء بنت ابی ابوبکر نے حضرت عبداللہ بن زبیر کی تربیت کی، اور حق کے سلسلہ میں جام شہادت نوش کرنے کی ہدایت کی، اس کے بعد ادارہ کی اچھی کارکردگی پر مولانا محمد عامر کو مبارک باد دی اور شہر کے لوگوں کو بھی داد تحسین دی، اور ان کی حوصلہ افزائی کی، اور ان بچیوں کو بھی جو یہاں تعلیم حاصل کر رہی ہیں، راشٹریہ سہارا نے ۱۶ر دسمبر کے شمارے میں یہ خبر اس طرح شائع کی ''جلسہ کے مہمان اعزازی مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی شیخ الحدیث جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات مظفرآباد، سہارنپور نے اپنی تقریر میں کہا کہ لڑکیوں کو دینی تعلیم دلانا بہت ضروری ہے کیونکہ خواتین ہی بچوں کی پرورش و پرداخت کرتی ہیں اور انہیں آداب زندگی سکھاتی ہیں''۔ (روزنامہ راشٹریہ سہارا نئی دہلی ۱۶ر دسمبر ۲۰۰۹ء)

واضح رہے کہ اس افتتاحی اور ثقافتی پروگرام میں شہر کے معزز لوگوں کو دعوت دی گئی تھی، بقول مولانا محمد عامر صاحب کے کہ صرف شہر کے کریم اور منتخب لوگوں کو ہی دعوت دی گئی ہے، پروگرام بہت اچھا رہا، سب خوش ہوئے، عشاء کی نماز تاخیر سے ہوئی، عشاء کی نماز کے بعد کھانے سے فراغت ہوئی، اس پروگرام میں شرکت کے لیے سدھارتھ نگر سے ہمارے رفیق درس مولانا عبدالماجد ندوی بھی حاضر ہوئے تھے، ان سے بھی ملاقات ہوئی، اسی طرح الور سے آئے ہوئے مولانا حکیم محمد اسحاق صاحب سے بھی ملاقات ہوئی، جو الور میں لڑکیوں کا ادارہ ''مدرسۃ الصالحات ایجوکیشن اینڈ ویلفیئر سوسائٹی'' کے نام سے چلاتے ہیں، ۱۳ر دسمبر کی صبح فجر کی نماز کے بعد مولانا حکیم اسحاق صاحب نے مرکز کی مسجد میں مولانا محمد عامر صاحب کی خواہش پر طالبات سے خطاب کیا، پھر راقم نے طالبات سے گفتگو کی اور ان کو بتلایا کہ وہ کیسے مثالی خاتون بن سکتی ہیں اور مثالی خاتون کا کردار کیسے ادا کر سکتی ہیں، اس کے بعد مولانا عبدالماجد ندوی نے بھی تقریر کی۔

عبداللہ النوری ووکیشنل سینٹر

مرکز میں ''عبداللہ النوری ووکیشنل ٹریننگ سینٹر'' بھی مولانا نے قائم کیا ہے، یہ صنعت وحرفت کا شعبہ مولانا نے اس لیے قائم کیا ہے تاکہ مسلم بچے اپنی دینی تعلیم کے ساتھ کچھ ہنر سیکھ کر معاشی طور پر خود کفیل ہو سکیں، اس سینٹر میں مختلف شعبے رکھے گئے ہیں تاکہ ہر ذوق کے طالب عالم اپنے ذوق کے مطابق کوئی صنعت سیکھیں اور زندگی کے جس میدان میں جہاں چاہیں جائیں اور کسب حلال کر سکیں، کمپیوٹرس اور سلائی، کڑھائی وغیرہ کی مشینیں بھی ہیں، اس وقت سینٹر سے ۱۵۰ر طالبات مستفید ہو رہی ہیں، یہ سینٹر پہلے الحمد یہ گرلس اسکول کی تیسری منزل پر قائم تھا، اب یہ مرکز کے جدید ہال میں منتقل کر دیا گیا ہے۔

آئی ٹی آئی میں

اس کے بعد مولانا محمد عامر صاحب ندوی مولانا اسحاق صاحب کی جیپ سے ہم لوگوں کو اپنی قائم کی ہوئی آئی ٹی آئی میں لے

گئے، جس کی تعمیر کی تکمیل ہونے والی ہے، کام چل رہا ہے، مسجد بھی تعمیر ہو چکی ہے، اس میں مولانا نے بتلایا کہ یہاں پر اقامتی ادارے کا پلان ہے، اور یہاں پر مسلمان طلبہ کو صنعت وحرفت سکھائی جائے گی، اوران کو سرٹیفکٹ دیا جائے گا جو حکومت کی طرف سے منظور شدہ ہوگا، تاکہ وہ خود کفیل ہوسکیں۔

جامع مسجد ٹونک میں

اس کے بعد مولانا محمد عامر کی معیت میں شہر کی جامع مسجد جانا ہوا، جامع مسجد میں جیسے ہی داخل ہوئے تو شاہی امام مولانا اصلاح الدین خضر ندوی صاحب مل گئے، مولانا محمد عامر صاحب نے ان سے تعارف کراتے ہوئے راقم کا نام بتلایا، وہ فوراً سمجھ گئے اور پہچان گئے؛ کیونکہ وہ نقوش اسلام کے واسطے سے بندہ کو جانتے تھے، اور گذشتہ سے پیوستہ سال ہی ندوۃ العلماء لکھنؤ سے فضیلت سے فارغ ہوئے تھے، پھرانہوں نے جامع مسجد کا تعارف کرایا کہ یہ ۱۲۹۷ھ میں تعمیر ہوئی، اور وہاں کے ایک نواب کا ذکر کیا کہ انہوں نے بنوائی تھی، جامع مسجد کی پرشکوہ عمارت، خوبصورت اور بلند وبالا مناراور مسجد کے اندر کی تزئین وخوبصورتی سے پرانے زمانے کی ٹیکنک پر حیرت ہوئی، مسجد کے صحن میں خوبصورت رنگین ٹائلس لگی ہوئی ہیں، اور میناروں کی تزئین کا کام جاری ہے، جامع مسجد میں مدرسہ بھی چلتا ہے، جس میں حفظ وقرأت کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے، امام صاحب اپنے کمرے میں لے گئے، مولانا عامر صاحب ناشتے کا سامان لائے اوران کے کمرے میں بیٹھ کر ناشتہ کیا، ناشتہ کے درمیان انہوں نے اپنے مدرسہ کے چند بچوں کا قرآن شریف بھی سنوایا، ماشاء اللہ بچوں نے تحسین وتجوید اور ترتیل سے سنایا، طبیعت خوش ہوئی اور پھر مولانا خضر صاحب نے بھی حدر میں قرآن شریف سنایا، ماشاء اللہ وہ بھی اچھا قرآن پڑھتے ہیں، اور معلوم ہوا کہ وہ سعودی عرب کے کسی پروگرام میں پوزیشن بھی حاصل کر چکے ہیں۔

المحمد یہ گرلس اسکول میں

اس کے بعد المحمد یہ گرلس اسکول میں جانا ہوا، یہ اسکول مولانا نے مسلم بچیوں کی عصری تعلیم وتربیت کو دینی ماحول میں رہ کر مکمل کرنے کے لیے قائم کیا ہے، جس میں مسلم بچیاں ابتداء سے دینی ماحول میں رہ کر پرائمری تک کا سرکاری نصاب پورا کرتی ہیں، جس میں اس وقت ۲۰۰؍طالبات زیر تعلیم ہیں، جن کے لیے ۸؍تجربہ کار معلمات اور ٹیچرس ہمہ وقت تعلیم وتعلم میں مشغول ہیں، اور یہ اسکول تین منزلہ عمارت پر مشتمل ہے، اس کی دیکھ ریکھ مولانا محمد عامر صاحب کے والد اور والدہ کرتی ہیں۔

مدرسۃ الامام ابی الحسن الندوی

اس کے بعد ''مدرسۃ الامام ابی الحسن الندوی'' پہنچے، جہاں پر مولانا نے مسلمان بچوں کی دینی تعلیم وتربیت کے ساتھ عصری تعلیم کا نظم کیا ہے، جس میں مسلمان بچے ابتدائی دینی تعلیم کے ساتھ سرکاری نصاب کے مطابق پرائمری کی تعلیم حاصل کرتے ہیں، جس میں طلبہ کی ۱۵۰؍کی تعداد ہے، جن کے لیے مستقل ٦؍تجربہ کار افراد پر مشتمل اسٹاف بچوں کی اچھی تعلیم وتربیت اوران کی نگرانی کے فرائض انجام دیتا ہے۔

المحمدیہ ایجوکیشن اینڈ ویلفیئر سوسائٹی کے دوسرے رفاہی کام

اس کے بعد مولانا نے اپنے ادارے کے تحت تعمیر شدہ بعض مساجد کی بھی زیارت کرائی، مولانا کو ضرورت مند علاقوں میں مساجد کی تعمیر کا بھی بھر پور شوق ہے، اور وہ اس سلسلہ میں پوری آب وتاب اور تگ ودو کے ساتھ مصروف کار ہیں، اس لیے انہوں نے سوسائٹی کے تحت شعبہ تعمیر مساجد بھی قائم کیا ہے، جو بہت فعال شعبہ ہے، جس نے ٹونک اور مضافات ٹونک اور ہندوستان کے مختلف علاقوں میں اب تک ۳۹/ سے زائد مساجد تعمیر کرائی ہیں، جیسا کہ مولانا نے بتلایا اور چھ مساجد اس وقت زیر تعمیر ہیں، سوسائٹی کا یہ شعبہ جس علاقہ میں مسجد کی ضرورت ہوتی ہے، وہاں پر عالیشان مسجد تعمیر کراتا ہے، اور مسجد کے لوازمات وضوخانہ، لیٹرنگ، باتھ روم، اور اس کی جملہ ضروریات کا بندوبست کرتا ہے، اس شعبہ کی کارکردگی سے علاقہ میں سوسائٹی کا نام اور اس کے ذمہ داروں کا نام زبان زد عام ہے، نیز حضرت مولانا نے اپنے ادارے کی کارکردگی کا ذکر کرتے ہوئے بتلایا کہ انہوں نے اپنی سوسائٹی کے تحت بہت سے رفاہی کام بھی انجام دئے ہیں، اور وہ برابر مزید کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، اس شعبہ کے تحت انہوں نے اب تک مختلف مقامات پر ۳/ بڑے بڑے اسلامی مراکز قائم کئے ہیں، ۲/ مراکز زیر تعمیر ہیں، اور چار مدرسے تعمیر کئے جن میں قوم کے بچوں کی تعلیم وتربیت کا معقول نظم ہے، ۷/ دوکانیں بھی بنوائی ہیں تا کہ ان کی آمد کے ذریعہ سے دوسرے رفاہی کام انجام دئے جاسکیں، اور جن علاقوں میں پانی کی کمی ہے، وہاں پر پانی کا بندوبست بھی کیا ہے، اور ٹیوب ویل یا ہینڈ پمپ لگوائے ہیں، مولانا نے بتلایا کہ اسی شعبہ سے رمضان میں ضرورت کی جگہوں پر اور سوسائٹی کی تعمیر شدہ مساجد میں افطاری کا نظم بھی کیا جاتا ہے، جس سے ہزاروں روزہ دار لطف اندوز ہوتے ہیں، اور دعائیں دیتے ہیں، نیز عید کے موقع پر غرباء ومساکین کو عیدی بھی جاتی ہے، اور فقراء کی مدد کی جاتی ہے اور غریب مسلمان جو بیمار ہوں ان کا علاج بھی کرایا جاتا ہے اور غریب اور محتاج لوگوں کے مکانات بھی تعمیر کرائے جاتے ہیں، بعض مکانات کا مشاہدہ بھی مولانا نے کرایا ہے، اور بتلایا کہ اس طرح اب تک سوسائٹی اس شعبہ کے تحت ۵/ مکانات تعمیر کرا چکی ہے، ایک مکان زیر تعمیر ہے، نیز عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی کا بندوبست کیا جاتا ہے، اور غرباء میں قربانی کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے، اور بعض مساجد کے لوازمات اور مدارس کی ضروریات میں بھی تعاون کیا جاتا ہے، اب تک اس شعبہ سے ۹/ ایسے پروجیکٹ پورے کرائے گئے ہیں، جو تشنہ تکمیل تھے، ایک جگہ کام چل رہا ہے، غرضیکہ مولانا نے اپنے ادارے کے جملہ پروگراموں پر روشنی ڈالی اور بتلایا کہ ان کی کارکردگی کی بنا پر لوگوں کو اطمینان ہے اور لوگوں کا کہنا ہے کہ یا تو ٹونک میں نوابوں کے زمانے میں کام ہوا ہے یا اب آپ کے زمانے میں ہو رہا ہے۔ **والأمر بيد الله**

جامعہ ہدایت جے پور

ٹونک میں مولانا عامر صاحب اور ان کی سوسائٹی کی تمام سرگرمیاں دیکھ کر فارغ ہو گئے، چونکہ رات کو گیارہ بجے جے پور سے بذریعہ ٹرین ہماری واپسی کا ٹکٹ تھا، اس لیے ہم نے خیال کیا کہ وقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہم لوگ مولانا حکیم اسحاق صاحب کے ساتھ جامعہ ہدایت جے پور تک چلے جائیں اور رات کو وہاں سے سوار ہو جائیں گے، حکیم اسحاق صاحب اصرار

کرتے رہے کہ ہمارے ساتھ الور چلیں، مگر چونکہ ٹکٹ جے پور سے بنا ہوا تھا، اس لیے ان سے کہا کہ آئندہ انشاء اللہ مستقل پروگرام بنا کر آئیں گے، چنانچہ ان کے ساتھ ان کی گاڑی میں سوار ہوکر جامعہ ہدایت جے پور پہنچے، وہاں جا کر معلوم ہوا کہ ابھی تو چھٹی چل رہی ہے، اور جامعہ میں کوئی تھا بھی نہیں، اس لیے ہم لوگ سیدھے مسجد پہنچے اور نماز ظہر ادا کی، وہاں مسجد کی حالت کو دیکھ کر ایک گونہ حیرت ہوئی، اس لیے کہ مسجد پر ٹین شیڈ پڑا ہوا تھا، اور مسجد قابل رحم تھی، میرے ذہن میں جامعہ کی شہرت کی وجہ سے ایک اچھا اور عظیم تصور تھا، مگر وہاں صرف بڑی بڑی دو عمارتیں دیکھیں اور یہ قابل رحم مسجد دیکھی، مولانا اسحاق صاحب سے راقم سوال کر رہا تھا کہ مسجد کی ایسی حالت کیوں؟ انہوں مزاحاً جواب دیا کہ ''اونچے مکان پھیکے پکوان'' پھر بتلایا کہ مولانا جو یہاں کے ذمہ دار ہیں وہ تو دوسری جگہوں پر مساجد تعمیر کراتے ہیں، بعد میں معلوم ہوا کہ یہاں پر حکومت کی طرف سے تعمیر پر ممانعت ہے، تب بات سمجھ میں آئی، مگر مجھے تلاش تھی کہ جامعہ کے بارے میں کوئی تفصیلی معلومات حاصل ہو جائے، مولانا اسحاق صاحب نے کہا کہ ہمارے جاننے والے ایک مولانا حفظ الرحمٰن ندوی یہاں استاذ ہیں، اگر وہ موجود ہوئے تو سب بتلا سکتے ہیں، چنانچہ معلوم ہوا کہ مولانا صاحب گھر پر ہیں، جب ان کے گھر پہنچے تو ان کا گھر بھی اساتذہ کے لیے بنے ایک کیمپس میں بنا ہوا ہے، جس میں اسٹاف کوارٹر ہیں، دیکھنے میں تو وہ کیمپس بھی قابل رحم ہی معلوم ہو رہا تھا، خیر مولانا حفظ الرحمٰن کے گھر گئے، انہوں نے چائے وغیرہ سے ضیافت کی۔

راقم نے کہا کہ جامعہ کے سلسلہ میں کچھ معلومات حاصل کرنی ہے، انہوں نے بتلایا کہ اس کے بانی تو شاہ عبدالرحیم مجددی تھے، اب امیر الجامعہ مولانا فضل الرحیم مجددی ہیں، جو شاہ صاحب کے لڑکے ہیں، اور نائب امیر الجامعہ مولانا ضیاء الرحیم ہیں، انہوں نے اندازاً بتلایا کہ شاید اس کا قیام ۱۹۷۵ء میں ہوا، اس کی زمین کا کل رقبہ ۳۰۰/ ایکڑ کے قریب ہے، تقریباً ۵۲۵/طلبہ پڑھتے ہیں، عالمیت تک تعلیم ہوتی ہے، نصاب ملتا جلتا ہے، انگریزی بھی پڑھائی جاتی ہے، ہم نے ان کو بے وقت اٹھایا چونکہ وہ سو رہے تھے، یا سونے کی بالکل تیاری میں تھے، کیونکہ وہ اسی روز اپنے وطن سے آئے تھے، اس لیے زیادہ نشاط میں نہیں تھے، مگر مولانا اسحاق کے طفیل ان سے کچھ نہ کچھ معلومات حاصل ہوگئی۔

راقم نے اپنا رسالہ ''نقوش اسلام'' اور بعض کتابیں ان کو پیش کی، انہوں نے اپنی ایک کتاب ''اسلام اور تمباکو'' دکھائی، میں نے عرض کیا کہ میں نے خود اس موضوع پر ایک کتاب عربی میں ''التدخین بین الشرع والطب'' لکھی ہے، اس لیے ان کے نہ چاہتے ہوئے بھی ان سے یہ کتاب یہ کہتے ہوئے لے لی کہ میں اس سے استفادہ کروں گا، مگر معلوم ہوا کہ مولانا بہت قابل شخص ہیں، اور مدینہ یونیورسٹی سے فارغ ہیں، خیر اب وہاں سے یہ خیال کرتے ہوئے چلے کہ اسٹیشن کے پاس کوئی مسجد ہوگی، وہاں جا کر ٹھہر جائیں گے، اور ٹرین کے وقت پر اسٹیشن پہنچ جائیں گے، مولانا اسحاق صاحب نے ہمیں روڈ پر چھوڑ دیا، اور ہم لوگ دعا وسلام کر کے رخصت ہو گئے، ہمیں اسٹیشن تک کی تو براہ راست سواری نہیں ملی، بلکہ بڑی چوپڑ تک بس مل گئی، بس والے نے بتلایا کہ وہاں سے اسٹیشن کی مل جائے گی، اس لیے ہم لوگ بڑی چوپڑ جو ایک بڑا چوراہا ہے وہاں اتر گئے۔

جامع مسجد جے پور میں

ہمیں بھوک لگی ہوئی تھی، اس لیے اس خیال سے کہ کوئی پاس میں ہوٹل ہوگا، کھانا کھالیں گے، ہوٹل کی تلاش میں جوہری بازار کی طرف چلدئے، کچھ دور چل کر ایک نوجوان نے ہمیں دیکھا، اس نے سوچا کہ شاید ان کو مسجد کی تلاش ہے، اس نے کہا کہ یہ سامنے جامع مسجد ہے، ہم نے سوچا کہ پہلے نماز عصر پڑھ لیں، پھر کھانا کھالیں گے، ہم مسجد پہنچے، جماعت ہوچکی تھی، میرے خیال میں آیا کہ امام صاحب سے دعاء وسلام کرلیں شاید کوئی بات بن جائے، کیونکہ مسافر کو ٹھکانے اور کھانے کی ضرورت ہوتی ہے، اس لیے ہم نے امام صاحب سے سلام ومصافحہ کیا اور نماز پڑھی، نماز کے بعد امام صاحب کے کمرے میں گئے، اور ان سے اپنا تعارف کرایا کہ ہم کون ہیں، کہاں کے ہیں، کہاں گئے تھے، ہم نے بتلایا کہ ٹونک گئے تھے، آج وہاں سے آئے ہیں، آج رات کو ہماری ٹرین ہے، امام صاحب کا نام مولانا مفتی سید امجد علی ہے، امام صاحب نے بتلایا کہ وہ خود ٹونک کے ہیں، راقم نے ان کو نقوش اسلام اور بعض اپنی کتابیں دیں اور کارڈ بھی دیا، خیر مولانا نے چائے منگائی، مولانا نے بتلایا کہ وہ پندرہ سال سے اس مسجد میں امام ہیں، انہوں نے بتلایا کہ اس مسجد کو سو سال سے زائد ہوگئے، اب تک اس کی امامت صحیح العقیدہ لوگ ہی کرتے ہیں، انہوں نے بتلایا کہ یہ مسجد جے پور کی ایک خاتون روشن بیگم نے بنوائی تھی، جس کے یہاں کوئی اولاد نہیں تھی، اور یہ مسجد جوہری بازار میں شہر کے وسط میں واقع ہے، مفتی امجد صاحب نے اپنے استاذ مولانا محفوظ صاحب کے واسطے سے بتایا کہ ان کے استاد مولانا نوراللہ صاحب سہارنپور کے تھے، انہوں نے اس کے لیے بہت قربانی اور محنت کی ہے، مسجد کے وسائل نہیں تھے، تو وہ چائے کی پتی بیچتے تھے اور ایک بینر بنا کر لگوا رکھا تھا کہ ''امام جامع مسجد سے چائے پتی خرید کر ان کا تعاون کیا جائے'' کئی سال کی ان کی تنخواہ رکی ہوئی تھی، جب مسجد میں وسعت ہوئی تو ان کے گھر بھیجی گئی۔

امام صاحب نے اندازے سے بتایا کہ تقریباً تین سو سال پہلے جے پور کو راجہ جے سنگھ نے آباد کیا تھا، اور اس کی بیٹی جودھا بائی سے اکبر بادشاہ نے شادی کی تھی، امام صاحب نے جے پور کی کئی پرانی عمارتیں، یادگار بتلائیں کہ عامر کا قلعہ اور جے گرو کا قلعہ، ہوا محل وغیرہ پرانی یادگاریں ہیں، اور بتلایا کہ جنتر منتر میں دھوپ کی گھڑیاں بھی ہیں، جو دھوپ سے چلتی ہیں، جے پور کے بارے میں مزید امام صاحب نے بتلایا کہ یہاں پر ۲۵ رفیصد مسلمان ہیں، جن کی تعداد دس بارہ لاکھ کے قریب ہے، پورے شہر میں ۳۰۰ رمساجد ہیں، ایک مدرسہ مرکز میں ''مدرسہ فیض التبلیغ'' کے نام سے چل رہا ہے، جس میں حفظ قرآن پاک اور عربی کی ابتداء سے درجہ پنجم تک تعلیم ہوتی ہے، اس طرح انہوں نے بہت سی چیزیں بتلائیں، اور مغرب کا وقت ہوگیا، مغرب کے بعد انہوں نے خادم مسجد کو مسجد دکھلانے کے لیے کہا، ماشاءاللہ مسجد میں ایک تہہ خانہ اور اوپر چار منزلہ عمارت ہے، بہر حال ان کو کسی تقریب میں جانا تھا اس لیے وہ سلام کرکے روانہ ہوئے اور کہا کہ معاف کرنا مجھے کسی تقریب میں جانا ہے، پھر ہم نے ہوٹل پر جاکر کھانا کھایا، اور احمد آباد میل سے سوار ہوکر بعافیت ۱۴ ردسمبر کی صبح گھر پہنچ گئے اور بفضلہ تعالی یہ سفر بعافیت تمام ہوا۔

تبرکات اکابر

ملفوظات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ

ترتیب: مولانا محمد حسین للہی خلیفہ حضرت رائے پوریؒ

یکسوہوکراللہ اللہ کرنابہترہے:

حضرت سے پوچھا گیا کہ کیا انفرادی اصلاح کا اصل مقصد اجتماعیت کوفائدہ پہنچانا ہے؟ کیونکہ ایک معاصر شیخ یہی فرمایا کرتے ہیں کہ انفرادیت سے اجتماعیت کوفائدہ پہنچاؤ کیونکہ اصل مقصد یہی ہے۔

فرمایا کہ میرے خیال میں تو اصل مقصود ہر شخص کی اپنے نفس کی اصلاح ہے، فرائض وواجبات اور عبادات ادا کرتا رہے اور اللہ اللہ کرتا رہے، اگر اللہ تعالیٰ کو اس سے کوئی کام لینا مقصود ہوتا ہے تو خود ہی اس کی طبیعت کو اس طرف متوجہ کردیتے ہیں یا بطریق الہام یا بحکم شیخ اس کے سپرد کوئی کام کردیا جاتا ہے، اس وقت اس کے لیے بہتر یہی ہوتا ہے کہ جو کام اس کے ذمہ لگایا گیا ہے اس کو انجام دے اور جب تک یہ صورت نہ ہو اس وقت تک انفرادی طور پر اللہ اللہ کرتے رہنا اور عبادت کرتے رہنا ہی اس کے لیے بہتر ہے اور اسی سے انشاءاللہ اس کی نجات ہوجائے گی، فرمایا دیکھو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حالانکہ ازکی نفس ہیں، مگر آپ کو بھی جب تک مامور من اللہ نہیں کیا گیا، آپ غار حرا میں تشریف لے جاکر انفرادی طور پر اللہ کی عبادت کرتے رہتے تھے (حالانکہ قوم کی بے اعتدالیاں، بت پرستی، ظلم اور تعدی سب دیکھتے رہتے تھے) مگر کسی سے تعرض نہیں کیا اور غار میں اکیلے جاکر خدا کی یاد میں لگے رہتے تھے، لیکن جب فرشتہ نازل ہوا اور فرمایا گیا "بلغ ما انزل الیك من ربك" تو آپ غار کو چھوڑ کر، کمر باندھ کر، کھڑے ہوگئے اور اس فرض کو پورا فرمایا۔

بہرحال دیگر حضرات کا جو بھی خیال ہو، میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہتا، میرا تو یہی خیال ہے کہ پہلے انفرادی طور پر اپنی اصلاح کرنی چاہئے اور اپنی ہی فکر کرنی چاہئے، اللہ تعالیٰ کو اگر اس سے کوئی کام لینا منظور ہوگا تو خود ہی اس کو اس کام کی طرف متوجہ کردیں گے، پھر اس کے لیے وہی بہتر ہوگا اور فرمایا کہ تبلیغ میں بھی اپنی ہی اصلاح مقصود ہونا چاہئے۔

صحبت زیادہ مفید ہے یا ذکر؟:

حضرت سے پوچھا گیا کہ صحبت زیادہ مفید ہے یا ذکر، فرمایا دونوں ضروری ہیں، شیخ کی مجلس کے وقت صحبت کو ضائع نہ کرے، اس وقت ضرور صحبت سے فائدہ اٹھانا چاہئے لیکن مجلس سے فارغ ہونے کے بعد ذکر کو اپنی معینہ تعداد کے مطابق پورا کرلینا چاہئے۔

فرمایا مٹی جمادات میں سے ہے، پھر دوسرے عناصر کی ترکیب سے نمو پیدا ہوتا ہے، یہ نباتات کی صفت ہے، پھر روح ملتی ہے، اس سے حیوانیت کا درجہ آتا ہے، انسان حیوان ہونے میں مشترک ہے، لہٰذا حیوانی صفات کا اس میں ہونا ضروری ہے، اس سے حیوانیت کا درجہ آتا ہے، لیکن اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل بھی دی ہے جو کہ حیوانات میں نہیں ہے، اس سے انسان، صفات حمیدہ اور رذیلہ میں امتیاز کرتا ہے، پھر انبیاء کرام علیہم السلام بھیجے گئے اور شرائع دی گئیں، ان شرائع کی تعلیم کے مطابق عقل کے ذریعہ عمل کرے تو واصل ہے ورنہ نہیں۔

فرمایا انبیاء علیہم السلام انسان کی حیوانی صفات کو مٹانے اور فنا کرنے کی تعلیم نہیں دیتے بلکہ ان کے استعمال کی حدود بتاتے ہیں کہ

فلاں صفت کو یوں استعمال کیا جائے اور فلاں کو یوں، مثلاً قوت غضب، قوت شہوت وغیرہ، ان کو بالکلیہ ختم کرنا مقصود نہیں، بلکہ ان کو خلاف شریعت اسلام استعمال کرنا غلط ہے، شرائع اور انبیاء علیہم السلام ان کا موقع استعمال بتاتے ہیں۔

اخلاص اور احسان کی وضاحت:

حضرت نے اخلاص اور احسان کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا: ''احسان تو یہ ہے کہ "ان تعبداللّٰہ کأنك تراہ" یعنی عبادت اس طرح کی جائے جیسا کہ ہم خدا کو دیکھ رہے ہیں، جب آدمی کسی کام کو اس حالت میں کرے کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے، تو نہایت اچھی طرح کرتا ہے اور اگر یہ درجہ حاصل نہ ہو تو کم از کم یہ خیال تو ضرور کرے کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے اور فرمایا یہ حدیث شریف میں بھی آتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ "ما الاحسان یارسول اللّٰہ؟"۔

آپ نے فرمایا: ''ان تعبداللّٰہ کانك تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراك''۔ (بخاری شریف)

یعنی تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو جیسے کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر یہ تصور نہ ہو سکے کہ اسے دیکھ رہے ہو تو پھر یہ سمجھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

اور فرمایا کہ اخلاص یہ ہے کہ سب کو چھوڑ کر خالص اللہ کے ہو جاؤ، حدیث میں آتا ہے کہ مال حاصل کرنے کے لیے یا کسی عورت کی خاطر ہجرت کی جائے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں، محض اللہ تعالیٰ کی خاطر ہجرت ہونی چاہئے، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا رہے جس طرح بھی ہو سکے، آخر اللہ تعالیٰ فضل فرما دیں گے۔

فرمایا ہم جب اپنی بستی میں تھے تو صرف ایک ہی مذہب جانتے تھے، لیکن جب ہم تحصیل علم کے لیے دہلی پہنچے تو دیکھا کہ کئی مذاہب ہیں، پہلے ہم ایک فریق کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا کہ جو کچھ تم کر رہے ہو یہ سب شرک ہے اور تم سب مشرک ہو، ہم نے کہا او ہو، یہ تو بڑی مشکل ہوئی، پھر ہم کافر ہیں، ہم نے کہا یہ بھی مشکل ہوئی، ابھی تک ہم کافر ہی ہیں، آخر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ ہمیں اپنے حضرات (حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری ودیگر اکابرین دیوبند) کے پاس پہنچا دیا، ان کے یہاں دین کی حقیقت معلوم ہوئی، ہم نے تو سمجھا تھا کہ جنت کوئی آسان چیز ہے؛ لیکن علماء کرام نے تو بہت مشکل بنا رکھی ہے، پھر فرمایا اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کی تعلیم میں روشنی اور نور ہے اور اس میں انسان کی ترقی اور فلاح ہے۔

مفت پڑھانے میں فیض زیادہ ہوتاہے:

حضرت نے فرمایا کہ جب ہندوستان میں انگریز آئے تو اس وقت ہم نے علماء کا طرز عمل دیکھا کہ محض فی سبیل اللہ پڑھایا کرتے تھے، ایک ایک عالم کے پاس پچاس پچاس طلبہ پڑھا کرتے تھے، مسجدوں میں درس ہوتے تھے اور قطعاً تنخواہ کا نام نہیں جانتے تھے، مفت پڑھاتے تھے، اس کا طلبہ پر بھی اثر ہوتا تھا، اساتذہ کی تعظیم کرتے تھے اور ان کے علم سے لوگوں کو فیض بھی پہنچتا تھا۔

صحبت کا اثر جلدی پڑتاہے:

حضرت نے فرمایا لکھنؤ میں ایک لڑکا تھا، اس کو بچپن میں بھیڑیا اٹھا کر لے گیا تھا اور وہیں پلا بڑھا، ایک دفعہ کچھ لوگ شکار کو گئے، وہاں اس کو دیکھا کہ چوپاؤں کی طرح چلتا ہے، ہاتھ زمین پر رکھ کر دوڑتا ہے، کچا گوشت کھاتا ہے، اس کو پکڑ کر لائے تو بھی کچا گوشت کھاتا تھا، چونکہ وہیں بڑا ہوا تھا، اچھی طرح بول نہیں سکتا تھا، کچھ بڑبڑ کرتا تھا، لکھنؤ کے قیام کے دوران میرے پاس کھانا وہی لایا تھا، ہم نے بات کی، صاف نہیں بول سکتا تھا، یہ صحبت کا اثر ہے۔

اسلام کی اشاعت میں ہم روکاوٹ بنے ہیں:

حضرت نے فرمایا میں نے سنا ہے کہ موتی لال نہرو (جواہر لال نہرو کے باپ) اور اس کا تمام خاندان مسلمان ہونے لگا تھا، ایک مزار پر آئے، وہاں قبر پرستی دیکھی تو کہنے لگے کہ ان میں اور ہم میں کیا فرق ہے، ہم بت پوجتے ہیں، یہ قبر پوجتے ہیں، چنانچہ مسلمان نہ ہوئے، گویا

مسلمان اپنی بدعملی کی وجہ سے اسلام کی اشاعت میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔

ایسے ہی گڑھ شنکر ضلع جالندھر میں ایک دفعہ چار پانچ سو چمار مسلمان ہوئے، ایک مسلمان راجپوت صاحب لٹھ ٹیکتے ہوئے تشریف لائے اور انہیں کہنے لگے، تم مسلمان ہوکر ہمارے بھائی بننے لگے؟ میں لٹھ مار کر تمہارا سر پھوڑ دوں گا، انہوں نے عرض کیا، اچھا خاں صاحب، ہم مسلمان نہیں ہوتے، اس پر حضرت نے بطور افسوس کے فرمایا کہ یہ تو ہمارے مسلمانوں کا حال ہے۔

سزا بھی محدود ہونی چاہئے:

ایک شخص کے اس سوال پر کہ بندہ محدود عمر میں گناہ کرتا ہے، لیکن اس کی سزا غیر محدود کیوں ہے، فرمایا دنیا میں بھی یہ قانون جاری ہے، بتاؤ قتل کی سزا عمر قید یا پھانسی کیوں ہے؟ وہ گناہ تو زیادہ سے زیادہ دو چار منٹ کا ہوتا ہے، کیونکہ تلوار سے قتل کرے، یا بندوق سے، یا دھاری دار چیز سے، بہرصورت ایک دو منٹ سے زیادہ دیر نہیں لگتی، مگر حکومت اس کو عمر قید کی سزا دیتی ہے، یا پھانسی کا حکم دیتی ہے اور اس کو ہمیشہ کے لیے دنیا سے باہر کر دیتی ہے، اگر وہ یہ کہے کہ صرف دو تین منٹ کا گناہ ہے اس کی سزا اتنی کیوں ہے تو کیا اس کا یہ کہنا صحیح ہے، قطعاً نہیں۔

ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا واقدی کی روایات کو محدثین معتبر نہیں سمجھتے؟ فرمایا اگر اس زمانے میں ہوتے تو سب سے زیادہ ثقہ سمجھے جاتے اور تاریخ میں تو وہ ثقہ ہی ہیں، محدثین ان کی روایات کی طرف التفات اس واسطے نہیں کرتے کہ وہ زیادہ تر مغازی اور سیر کی روایات بیان کرتے ہیں، ان روایات کا احکام فرائض و واجبات اور عقائد وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں، صرف تاریخ بیان کرتے ہیں، اس واسطے محدثین نے اس طرف زیادہ توجہ نہیں دی، نیز چونکہ مغازی میں فتوحات اور جنگوں کے حالات بیان کئے جاتے ہیں، اس لیے کوئی مبالغہ آمیز بات بھی بیان ہو جاتی ہے، لیکن اس سے تو کسی کو انکار نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں مصر، شام، عراق اور ایران وغیرہ ممالک فتح ہوئے، اصل واقعات تو صحیح ہیں، کہیں کسی روایت میں مبالغہ بھی ہو گیا ہوگا، زیادہ تر یہ ملک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فتح ہوئے ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فتوحات اس طرح ہوتے رہے جیسے سیلاب اُمڈا چلا آتا ہے، آج یہ ملک فتح ہوا، کل وہ ملک فتح ہوا۔

انسان ہی سے اللہ کی صفات کا ظہور ہوتا ہے:

حضرت سے ایک عالم نے دریافت کیا، ابن آدم کی ساری مخلوق پر فضیلت کیوں ہے؟ نیز علم الاسماء سے کیا مراد ہے، فرمایا میں خود تو کچھ نہیں جانتا، سنی سنائی کہتا ہوں، وہ یہ کہ تمام عالم اللہ تعالیٰ کے اسماء کا ظہور ہے اور کوئی چیز عالم میں ایسی نہیں جس میں اس کا ظہور اور اس کی تجلی نہ ہو، لیکن انسان اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء اور جملہ صفات کا مظہر اتم ہے اور انسان کے سوا دنیا کی کوئی اور چیز ایسی نہیں جس سے اللہ تعالیٰ کی صفات کا ظہور ہو سکے، مثلاً اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے تواب ہے، غفور ہے، رحیم ہے اور عفو ہے، تو ان صفات کا ظہور سوائے انسان کے اور کسی شئے سے نہیں ہو سکتا، صرف انسان ہی اس کا مظہر ہو سکتا ہے، کیونکہ وہ گناہ کرتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے، تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں اور مغفرت کر دیتے ہیں، تو ان سے صفت عفو اور غفور وغیرہ کا ظہور ہوتا ہے، حدیث میں آتا ہے "لولم تذنبوا لذهب الله بكم وجاء بقوم الآخر يذنبون ثم يستغفرون فيغفرلهم" یعنی اگر تم گناہ نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ختم کر دے گا اور تمہاری جگہ دوسری مخلوق لے آئے گا جو گناہ کریں گے، پھر اللہ سے معافی چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دے گا، اس سے معلوم ہوا کہ جب تک گناہ نہیں ہوں گے اس کی صفت ''مغفرت اور عفو'' کا ظہور نہیں ہوگا اور ماسوائے انسان کے نہ کوئی مکلّف ہے اور نہ اس سے گناہ ہوتا ہے اور فرشتے تو بالکل نافرمانی نہیں کرتے، وہ اس صفت کا مظہر نہیں بن سکتے، معلوم ہوا جب تک انسان گناہ نہ کرے اس کی تمام صفات کا ظہور نہیں ہو سکتا، حتی کہ ظہور صفات کے لیے اللہ تعالیٰ کوئی اور مخلوق پیدا فرماتے جو گناہ کرتی اور اللہ تعالیٰ کی

ان صفات کا مظہر بنتی اور فرشتے تو ایک مقام سے جوان کے لیے مقرر ہے آگے ترقی نہیں کر سکتے، دیکھو وہ جہنم میں بھی ہوں گے، لیکن وہ ان کو نہیں جلائے گی، معلوم ہوا وہ ان صفات کا مظہر نہیں بن سکتے اور انسان ترقی کرتا رہتا ہے، دنیا میں بھی دیکھ لو انسان نے کیا کیا ایجادات کی ہیں اور کر رہے ہیں؛ لیکن فرشتوں کا دماغ اس طرف نہیں چلتا۔

جاسوسی کے لیے مسلمانوں کا لبادہ اوڑھنا:

حضرت نے فرمایا ایک مسلمان جو کہ انگریزوں کا ملازم تھا، رمضان شریف کا مہینہ آیا تو اس نے اپنے افسر سے چھٹی مانگی کہ مجھے روزہ رکھنے ہیں، افسر نے کہا یہیں رکھ لو (یہ تقسیم ملک سے پہلے کا واقعہ ہے جب کہ متحدہ ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت تھی) اور اس نے ایک مقام بتا دیا کہ وہاں تراویح میں قرآن مجید پڑھا جاتا ہے، سحری اور افطاری کا مکمل انتظام ہے اور کافی نمازی ہوتے ہیں، چنانچہ یہ شخص وہاں چلا گیا، وہاں جا کر بہت خوش ہوا کہ بڑی بڑی داڑھیوں والے پابند صوم وصلاۃ لوگ موجود ہیں، جو دن رات قرآن مجید پڑھتے اور سنتے ہیں، جب رمضان شریف ختم ہو گیا اسے کسی نے بتایا کہ یہ تو سب انگریز ہیں اور ان کو جاسوسی کے لیے تیار کیا جا رہا ہے، ان میں کوئی بھی مسلمان نہیں، اسی طرح مکہ مکرمہ کے ایک انگریز کا واقعہ بیان فرمایا کہ وہ بیس سال تک وہاں رہا وہ قابل آدمی تھا اور اسلامی تعلیمات کا ماہر تھا، وہاں امام مقرر کر دیئے گئے، بیس سال کے بعد جب وہاں سے جانے لگے تو لوگ رخصت کرنے کے لیے ساتھ آئے، جب جہاز پر سوار ہونے لگے تو حجامت کروائی اور داڑھی منڈوا دی، لوگوں کو تعجب ہوا کہ یہ کیا، کہنے لگے کہ بیس سال کی نمازیں لوٹا لینا، تمہاری وہ نمازیں نہیں ہوئی، میں انگریز ہوں، ایسے ہی امرتسر میں جس انگریز (سر مائیکل ایڈوائر) نے مسلمانوں پر گولی چلوائی تھی، یہ بھی ایک جگہ اپنے کو مسلمان ظاہر کرتا رہا، پورا عالم تھا، امام مقرر رہا اور لوگوں کو نمازیں پڑھاتا رہا، بعد میں پتہ چلا کہ انگریز تھا۔

دونوں حالتیں بہتر ہیں:

حضرت سے ایک صاحب نے سوال کیا کہ آدمی پر بعض اوقات ذکر میں گریہ طاری ہوتا ہے تو یہ گریہ کی حالت اچھی ہے یا بعد میں جو سکون ہوتا ہے وہ حالت اچھی ہے، فرمایا دونوں حالتیں اچھی ہیں، اگر ہر وقت گریہ رہے تو آدمی کوئی کام نہیں کر سکتا اور دعا میں جی لگنا یہ بھی گریہ ہے اگرچہ آنسو نہ نکلیں۔

حب جاہ کا علاج:

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہ کی تصنیف لطیف ''آئینۂ تربیت'' کے حوالے سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ اس میں لکھا ہے، حب جاہ اگرچہ تھوڑی بھی ہو تو اس کا علاج ضروری ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ مشائخ کرام جو محنتیں اور خدمات کراتے ہیں یہی حب جاہ کا علاج ہے، حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ حضرت شاہ غلام علی صاحب کی بہت زجر وتوبیخ فرمایا کرتے تھے، ایک دفعہ پنکھا کر رہے تھے ذرا تیز ہلایا تو فرمایا، کیا مجھے اڑا دو گے، پھر ذرا آہستہ کر دیا تو فرمایا، کیا تمہارے ہاتھوں میں جان نہیں ہے، ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ حضرت نہ ایسے بنے نہ ویسے بنے، اس پر حضرت نے نکال دیا۔

چار پانچ ماہ تک ناراض رہے، پھر شاہ غلام علی صاحب نے بڑی خوشامدوں اور منتوں سے راضی کیا اور حضرت نے آنے کی اجازت دی، جب خلافت دی اس وقت فرمایا شاہ صاحب جو کچھ آپ کے ساتھ سختی کی گئی یہ صرف آپ کے اصلاح کے لیے تھی، کسی ذاتی غرض کے لیے ہرگز نہ تھی، فرمایا ''ایک دفعہ حضرت مرزا صاحب سے کسی نے لنگر کی شکایت کر دی کہ کھانے میں فلاں نقص ہے، مرزا جان جاناںؒ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا سب چلے جاؤ، یہاں تو وہ رہ سکے گا جو صرف نمک چاٹے، اس پر حضرت شاہ غلام علی کھڑے ہوئے اور عرض کیا حضرت مجھے یہی قبول ہے''۔

✿✿✿✿✿

مشعل راہ

ایمان والوں کے لیے جامع وکامل نمونہ

افادات: حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ.......................ترتیب: مولانا سید رشید احمد حسنی ندوی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالی نے انسانوں کا ایسا قائد، معلم اور مربی بنایا تھا کہ جس کے اثرات حیرت انگیز طریقہ سے سامنے آئے تھے، بڑے سے بڑا مخالف اگر دل میں خصوصی عناد نہ رکھتا ہوتو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو دیکھ کر اور آپ کی زبان مبارک سے دو جملے سن کر فریفتہ ہو جاتا تھا، کتنی ایسی مثالیں ہیں کہ آپ کا مخالف قتل کی نیت سے آیا، لیکن عناد نہیں تھا، ناواقفیت تھی، آپ کو دیکھتے ہی اور آپ کے دو الفاظ سنتے ہی صرف نیت نہیں بدل گئی بلکہ فوراً ایمان لے آیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ نوعمری ہی سے تھے، جن کی بنا پر سب آپ کی تعریف ہی کرتے تھے؛ بلکہ آپ کا خطاب ہی ''الامین'' پڑ گیا تھا، کہ امانتدار اور اس کا اظہار اس سے ہوتا ہے کہ بیت اللہ شریف کی جدید تعمیر میں حجر اسود کے نصب کرنے کے سلسلہ میں سخت اختلاف ہوا تو آخر میں قریش کے ایک محترم بوڑھے شخص نے یہ حل نکالا کہ اگلے روز صبح سب سے پہلے جو کعبہ میں پہنچے اس کو حکم بنا کر فیصلہ کرایا جائے گا، صبح سب سے پہلے آپ کا پہنچنا ہوا، لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ سب سے پہلے پہنچنے والے آپ ہیں، تو سب نے خوشی سے کہا کہ یہ تو امین ہیں، ہم ان کے فیصلے پر راضی ہیں اور آپ نے بہترین فیصلہ بھی فرمایا جس سے ہر قبیلہ کو ہاتھ لگانے کا موقع بھی مل گیا، نبوت ملنے کے بعد جب کہ آپ کو امانتدار، کریم الاخلاق اور شرافت کا پیکر سمجھتے ہوئے آپ کے دین حق کے اعلان سے ناراض ہو کر سخت اظہار ناراضی کرتے تھے، جو بڑھتے بڑھتے دشمنی اور قتل کر دینے کے ارادہ تک پہنچا، اس وقت بھی بہت سے لوگوں کی امانتیں آپ کے پاس تھیں اور لوگ آپ پر امانت کے معاملے میں مطمئن تھے اور آپ نے بھی ان کے قتل کا ارادہ کرنے والوں کی امانتیں بجنسہٖ واپس کرنے کا انتظام کر کے ہی مکہ چھوڑا کہ کسی کا حق نہ رہ جائے۔

آپ ﷺ کے کریمانہ اخلاق ایسے معیار تک پہنچے ہوئے تھے کہ جس سے بہتر انسانوں کے لیے ہو ہی نہیں سکتا اور ان میں ایک خاص خصوصیت یہ تھی کہ رحم دلی، محبت اور اخلاق کے ساتھ ساتھ ایمان اور توحید خالص کے تقاضوں کے بھی مکمل معیار کو قائم رکھا گیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعوت حق کے معاملہ میں جبر نہیں کرتے تھے، صرف دعوت دیتے اور سمجھانے کی کوشش کرتے، ایک غزوہ کے موقعہ پر جنگل میں ایک درخت کے نیچے دوپہر کے وقت آپ تن تنہا آرام فرمارہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار درخت کی شاخ سے لٹک رہی تھی، ایک مخالف وہاں پہنچ گیا اور تلوار لے کر آپ کو جگایا اور کہا کہ تم کو اب کون مجھ سے بچائے گا، آپ نے پورے اعتماد سے فرمایا: اللہ!

آپؐ کے پر اعتماد لفظ ''اللہ'' کا اثر یہ پڑا کہ وہ مرعوب ہو گیا، تلوار ہاتھ سے گر گئی، آپ نے فوراً اٹھالی اور اٹھا کر فرمایا کہ اب تم کو کون بچائے گا، اس نے خوشامد کرتے ہوئے کہا کہ کرم فرمائی کیجئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا ایمان لاتے ہو، اس نے کہا ایمان تو نہیں لاتا لیکن آپ کی مخالفت اب نہیں کروں گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھوڑ دیا، نہ اس کو سزا دی اور نہ اس پر ایمان لانے کے لیے جبر کیا۔

آپ کا طریقہ صحابہ کرام کے ساتھ بھائیوں جیسا ہوتا تھا، گفتگو ان سے بھائیوں کی طرح کرتے، خوشی کی بات ہوتی اسے ظاہر کرتے، فکر

کی بات ہوتی اسے ظاہر کرتے، مشورہ کی بات ہوتی مشورہ لیتے، اپنی بڑائی کا مظاہرہ نہ کرتے، حالانکہ اللہ کی طرف سے آپ بڑے بنائے گئے تھے اور اللہ کا حکم تھا کہ ان کو بڑا سمجھو، ان کے سامنے زور سے نہ بولو، ان کے ساتھ معاملہ کرنے میں خیال رکھو کہ تمہاری وجہ سے ان کو زحمت تو نہیں ہو رہی ہے، قرآن مجید میں اس سلسلہ میں خاص احکام آئے ہیں، صحابہ کرام ان احکام کا پورا لحاظ کرتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا معاملہ کرتے تھے جیسے اس طرح کے احکام آئے ہی نہیں، آپ کو زحمت بھی ہوتی تو آپ برداشت کر لیتے، آپ نہ شکوہ کرتے نہ تنبیہ کرتے، حد یہ ہے کہ ایک مثال ایسی سامنے آئی کہ آخری عمر میں آپ نے یہ فرمایا کہ بھائیو! مجھ سے اگر کسی کو کوئی تکلیف پہنچی ہو تو اس کا بدلہ یہیں لے لے، ایک صحابی نے کہا کہ ایک مرتبہ آپ نے اپنی سواری پر کوڑا اٹھایا جو میری پیٹھ پر لگ گیا، آپ نے اظہار ناگواری کئے بغیر اپنی پیٹھ کھول دی اور فرمایا کہ مارلو، عجیب وغریب واقعہ تھا کہ آپ نے یہ بھی نہ کہا کہ بلا ارادہ لگا ہوا ہوگا، اچھا معاف کر دو، بلکہ قصاص کے لیے تیار ہو گئے، صحابی بھی تو صحابی تھے انہوں نے فوراً پیٹھ چوم لیا اور کہا کہ میں نے اسی لیے یہ بات کہی تھی کہ پیٹھ چومنے کا موقع مل جائے۔

ایک موقع پر ایک خاتون پر چوری کا الزام لگا، اس کے بعض اعزہ نے یہ چاہا کہ وہ قصاص سے بچ جائے، آپ نے فرمایا کہ حکم الٰہی ہے، حکم الٰہی ہے اور کہا کہ میری بیٹی فاطمہ بھی مرتکب ہوتی تو میں یہ حد قائم کرتا، آپ کو اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ سے بیٹی ہونے کی وجہ سے انتہائی محبت لیکن ایک موقع پر گھریلو کام کرتے کرتے ہاتھوں پر گٹے پڑنے لگے اور دوسری طرف باندی غلام آئے جو خدمت گار کے طور پر تقسیم ہو رہے تھے، انہوں نے جا کر عرض کیا کہ مجھ کو بھی کوئی باندی مل جاتی تو آسانی ہو جاتی، آپ نے معذرت کر دی اور پڑھنے کو کچھ ذکر وتسبیح بتا دیا اور آخرت کے فائدے پر اس کو مؤخر کر دیا، آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم خوردسالی میں انتقال کر گئے، بحیثیت انسان یہ بڑا پر ملال موقع تھا اور اتفاق سے اسی موقع پر سورج گرہن بھی ہوا، لوگوں نے یہ سمجھا کہ اس بڑے حادثہ کے اثر سے ہوا ہوگا، آپ نے اس کو توحید کے عقیدے کا خیال کرتے ہوئے کھلا اعلان فرمایا کہ گرہن اللہ کی نشانی ہے، اس کا کسی کے مرنے یا جینے سے کوئی تعلق نہیں اور اس طرح آپ کی محبت پدری نے اس اثر انگیز موقع پر بھی توحید خالص پر بال نہیں آنے دیا، البتہ محبت پدری میں اظہار رنج فرمایا، لیکن ایسے جامع الفاظ میں کہ ان میں ادنی شکوہ نہیں صرف انسانی جذبہ پدری کا اظہار تھا، اپنے صاحبزادے کو دیکھ کر فرمایا کہ آنکھوں سے آنسو آرہے ہیں، دل غمزدہ ہے لیکن میں وہی کہوں گا جس سے میرا رب راضی ہو، میں تمہاری جدائی سے اے ابراہیم رنجیدہ ہوں۔

اظہار غم بھی ہوا، اپنے خالق اور رب کی مرضی پر رضامندی بھی ہوئی، اسی سے ملتا جلتا معاملہ جس میں جائز بشری رنج کی اجازت ہے، آپ کے ایک نواسہ کے سلسلہ میں پیش آیا کہ اس کے انتقال کے موقع پر آپ کی صاحبزادی (حضرت زینب) نے آپ کو بلوایا کہ بچہ کا آخری وقت ہے، آپ تشریف لائے اور بچہ کو گود میں لیا، بچہ کی روح نے پرواز کی، آپ کی آنکھ میں آنسو آ گئے، ایک صحابی نے عرض کیا کہ یہ کیا رسول اللہ! آپ نے فرمایا یہ رحمدلی ہے، جو اللہ نے اپنے بندوں میں رکھی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے رحمدل بندوں پر رحم فرماتا ہے۔

یہ جامعیت کہ انسان کی حیثیت سے انسان لیکن نبی اور مومن ہونے کی بنا پر ایمان وتوکل کے مکمل معیار کو برقرار رکھنا فطری جذبات رکھنے کے ساتھ ساتھ کسی وقت بھی جذبات سے مغلوب ہو کر ایمان وتوکل کی لکیر سے بال برابر بھی نہ ہٹنا یہ آپ کے مختلف موقعوں پر صاف دیکھا جا سکتا ہے، خود طائف کا واقعہ جس کو آپ نے ایک موقع پر اپنی زندگی کا سخت ترین واقعہ بتایا، اس میں بھی انتہائی کرب ومایوسی کی حالت میں اپنے خدا سے جو فریاد کی وہ دونوں پہلوؤں میں انتہائی توازن واحتیاط کی تھی، اس فریاد میں آپ نے فرمایا، اے پروردگار تو مجھے کس کے حوالہ کر رہا ہے، ایسے دشمن کے حوالہ...... (بقیہ اگلے صفحہ ۱۷ پر)

لائحۂ عمل

قرآن مجید

طریقۂ تعلیم کی تبدیلی انقلاب لاسکتی ہے

مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی، مالیر کوٹلہ (پنجاب)

قرآن مجید کی تعلیم کا روایتی طریقہ جس کے ہم عادی ہو چکے ہیں یہ چلا آرہا ہے کہ پہلے حروف کی پہچان کرائی جاتی ہے، پھر حروف کو ملا کر الفاظ بتائے جاتے ہیں اور ابتدائی قاعدے کے بعد بچہ قرآن مجید پڑھنے لگتا ہے، پہلے قرآن مجید ناظرہ پڑھایا جاتا ہے کہ بچہ دیکھ کر قرآن پاک پڑھنے لگے، اگر کسی کو حافظ قرآن بنانا ہوتا ہے تو تھوڑا تھوڑا کر کے اس کو بغیر دیکھے یاد کرایا جاتا ہے اور چند سالوں میں بچہ حافظ قرآن ہو جاتا ہے۔

یہ قرآن مجید کا آغاز ہے کہ اس طرح قرآن لوح دل پر نقش ہو جاتا ہے اور ہزاروں حافظ قرآن بغیر دیکھے ہوئے پورا قرآن مجید پڑھتے ہیں، رمضان المبارک میں تراویح کی نماز میں سناتے ہیں، تراویح کی رونقیں انہیں خوش نصیب حافظوں کے دم سے قائم ہیں۔

ناظرہ یعنی دیکھ کر قرآن مجید پڑھنے والے الحمدللہ اس امت میں ہزاروں ہزار کی تعداد میں بے شمار لوگ ہیں جو روزانہ تلاوت قرآن کے عادی ہیں، جو روزانہ تلاوت نہیں کر سکتے وہ کبھی کبھی قرآن ضرور پڑھتے ہیں، نمازوں میں قرآن مجید پڑھا جاتا ہے، بہت سے لوگوں کو قرآن مجید کی اتنی سورتیں ضرور یاد ہوتی ہیں جو نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں۔

مسجدوں اور مدرسوں میں ہزاروں مکاتب قرآن حکیم کی خدمت پر لگے ہوئے ہیں اور الحمدللہ امت مسلمہ میں آج بھی قرآن کا چرچا مختلف صورتوں میں پایا جاتا ہے۔

دنیا کی سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب قرآن مجید ہے اور بڑی تعداد میں قرآن مجید شائع ہوتا رہتا ہے، اس میں قرآن مجید بلا ترجمہ، ترجمہ کے ساتھ، مختلف تفسیروں کے ساتھ، مختلف سائز میں اور تقریباً ہر زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ اور اس کی تفسیر الحمدللہ دستیاب ہے، یہ سب باتیں شکر اور فخر کے لائق ہیں اور جب تک قرآن زندہ ہے اسلام بھی زندہ ہے اور مسلمان بھی۔

اب ہم ایک اور پہلو سے غور کرتے ہیں، بیشک قرآن مجید کی تلاوت بڑا اجر و ثواب رکھتی ہے، اس کے ہر حرف کے بدلے میں دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے، قرآن مجید کی تلاوت دلوں کا زنگ دور کرتی ہے اور ایمان کو تازگی بخشتی ہے، تلاوت قرآن کے یہ بہت سے مفید پہلو ہیں۔

آیئے! غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کیوں نازل کیا ہے، اس کے نازل کرنے کا مقصد خود قرآن کی زبان میں انسان کی ہدایت اور رہنمائی ہے جب ہم قرآن مجید کی پہلی سورۃ سورۂ فاتحہ کھولتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی تعریف، اس کی شفقت و رحمت کا ذکر کرنے کے بعد ہم اس کے سامنے درخواست پیش کرتے ہیں کہ "اھدنا الصراط المستقیم" پروردگار عالم ہمیں سیدھا راستہ دکھا دیجئے۔

سیدھے راستے کی طلب، ہدایت و رہنمائی کی درخواست جب بندے کی طرف سے ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی درخواست کی شرف قبولیت عطا فرماتے ہوئے اس کے سامنے کتاب ہدایت قرآن مجید رکھ دیتے ہیں کہ لو یہ ہے وہ ہدایت جس کی تم نے درخواست کی ہے۔

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کا اصل مقصد یہ ہے کہ زندگی کے ہر موڑ پر

اور حالات کی ہر کروٹ میں ہم اللہ کی کتاب سے روشنی حاصل کرتے رہیں اور اس کی رہبری میں زندگی کا سفر طے کرتے رہیں۔

اللہ کے رسول خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے ہمیں یہ وصیت فرمائی کہ تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں، جب تک تم ان کو مضبوطی سے تھامے رہوگے ہرگز گمراہ نہ ہوگے وہ دو چیزیں ہیں:

اللہ کی کتاب (قرآن مجید) اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، بہرحال جس کتاب سے ہمیں رہبری حاصل کرنی ہے اس کتاب میں کیا لکھا ہے؟ اس کا پیغام کیا ہے؟ اس کی دعوت کیا ہے؟ اور اس میں کیا کیا کمالات پوشیدہ ہیں؟ کیا اس کا معلوم ہونا ہمارے لیے ضروری نہیں؟۔

ایک بالکل اجنبی زبان جس سے ہمارا تہذیبی تعلق نہیں ہے مثال کے طور پر انگریزی زبان، جب اس زبان کی تعلیم دی جاتی ہے تو اس کا آغاز ایک چھوٹے سے قاعدے سے ہوتا ہے، جس کو A.B.C.D کا قاعدہ کہہ دیتے ہیں، حرفوں کی پہچان بھی کرائی جاتی ہے، ان حرفوں سے لفظ بھی بنائے جاتے ہیں، ان لفظوں کے معنی بھی بتائے جاتے ہیں، ان کے ہجے بھی کرائے جاتے ہیں، ان کا تلفظ بھی صحیح کرایا جاتا ہے، اور ان حرفوں کو بھی لکھایا بھی جاتا ہے۔

یہی طریقہ ہر زبان کے سیکھنے اور سکھانے کا ہوتا ہے، کیا قرآن مجید کی زبان اور قرآن مجید کی تعلیم اسی طرز پر ممکن نہیں؟، اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ بچہ نفسیاتی طور پر یہ محسوس کرے گا کہ یہ کتاب صرف پڑھنے ہی کی نہیں بلکہ سمجھنے کی بھی ہے۔

کم سے کم وہ قرآن پاک کے الفاظ کے ساتھ اس کے معنی سے بھی مانوس ہوجائے اور اگر مکتب کا پورا ماحول اسی انداز کا بنادیا جائے تو چند سال میں ہمارا بچہ قرآن پڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کو اچھا خاصا سمجھنے بھی لگے گا، بیشک وہ ابھی کوئی بہت بڑا مفسر قرآن نہیں بن جائے گا، اس کے لیے ایک وقت چاہئے لیکن اس سے قرآن کو سمجھنے کا ذوق اور پھر بڑے ہوکر اس کے مطالعہ کا شوق یقیناً پیدا ہوجائے گا۔

ہمیں یقین ہے کہ طریقۂ تعلیم کی تبدیلی سے ایک ذہنی اور فکری انقلاب لایا جاسکتا ہے اور اس سوچ کو بدلا جاسکتا ہے کہ قرآن صرف تلاوت کے لیے ہے اس کا سمجھنا ضروری نہیں۔

بیشک ہمارے مدارس ومکاتب میں قرآن مجید کے تلفظ پر کافی توجہ دی جانے لگی ہے اور اب شروع سے ہی بچوں کو با تجوید پڑھانے کا رواج کافی حد تک ہوگیا ہے، اگر اس کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کے معنی اور اس کے ساتھ تحریر پر بھی دھیان دیا جائے تو بڑا فائدہ حاصل ہوسکتا ہے۔

❀❀❀❀❀

﴿بقیہ..... پچھلے صفحہ ۱۵/ کا﴾ جو میرے ساتھ سخت ترین برتاؤ کرے یا ایسے غیر کے حوالہ جو مجھ سے برے طریقہ سے پیش آئے؛ لیکن اگر تیری مرضی یہی ہے تو میں راضی ہوں، البتہ اگر تکلیف کو دور کردیا جائے تو میرے لیے قابل ترجیح ہے بہرحال میں تجھ کو راضی کرنے کی ہی کوشش کرتا رہوں گا تا کہ تو راضی ہوجائے، تیرے علاوہ کوئی سہارا اور طاقت نہیں۔

تکلیف اور رنج کے موقع کی یہ مثالیں جو جامعیت رکھتی ہیں آپ کی حیات طیبہ میں مسرت اور خوشی کے موقع کی مثالیں بھی اسی طرح جامعیت رکھنے والی ہیں، بہرحال سیرت کے مطالعہ سے عجیب عجیب مثالیں سامنے آتی ہیں اور یہ سب اللہ کی طرف سے آپ کی حیات طیبہ میں رکھی گئیں تا کہ تا قیامت آپ کے امتی ان کی نقل کرنے کی اور اس معیار کی طرف بڑھنے اور کوشش کرنے کے لیے اپنا اسوہ بنائیں کیونکہ نبی آخرالزماں محبوب خدا صلی اللہ علیہ سلم کا اسوہ مومنین کی اتباع اور ان کی سنت پر عمل اہل ایمان کے لیے ممکن العمل اور آسان ہے اور آخرت میں کامیابی کا ذریعہ، اللہ تعالی کے لاکھوں درود وسلام ہوں آپ پر اور آپ کے آل وازواج واصحاب پر اور ہزار ہاں رحمتیں ہوں آپ کے متبعین پر۔

❀❀❀❀❀

یادرفتگاں

برادرِ معظم مولانا حکیم عزیز الرحمٰن اعظمیؒ
نقوش وتأثرات

حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

سال رواں رمضان کا وہ لمحہ کتنا غم انگیز تھا جب برادرِ معظم ومحترم مولانا حکیم عزیز الرحمٰن اعظمی کے اس دارفانی سے رحلت کی اطلاع ملی، والد ماجد حضرت مولانا محمد ایوب صاحب اعظمیؒ سابق شیخ الحدیث جامعہ ڈابھیل کی وفات کے بعد ذہن ایک بار پھر زبردست صدمے سے دوچار ہوا، اناللہ وانا الیہ راجعون

ان کا حادثۂ وفات مورخہ ۱۰ر ستمبر ۲۰۰۹ء کو پیش آیا، انتقال سے قبل ان کے ران کی ہڈی میں فریکچر ہوا، علاج کے بعد کسی قدر افاقہ ہوا، لیکن وقت موعود آچکا تھا، چنانچہ انھوں نے داعی اجل کو لبیک کہا، اور شاداں وفرحاں مبارک مہینہ میں اپنے رب کے حضور پہنچ گئے "ان للّٰہ ما آخذ ولہ ما اعطی و کل شئ عندہ الی اجل مسمّی"۔

برادرِ معظم مولانا حکیم الرحمٰن اعظمی ۱۹۱۹ء میں پیدا ہوئے، وفات کے وقت ان کی عمر تقریباً ۹۰ر سال سے کچھ اوپر تھی، تعلیمی زندگی کا آغاز والد صاحب کے آغوشِ تربیت میں رہ کر کیا، پھر جامعہ عالیہ میں اور اس کے بعد جامعہ مفتاح العلوم مئو میں داخلہ لیا، جہاں سے فراغت کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے دارالعلوم دیوبند کا قصد کیا اور وہاں سے بھی سند فراغت حاصل کر لی تھی۔

پھر اتر پردیش مدرسہ بورڈ سے بی، اے تک کی تعلیم مکمل کی اور امتیازی نمبرات سے کامیاب ہوئے، فارسی زبان پر ان کو غیر معمولی دسترس حاصل تھی، یہی وجہ ہے کہ ڈی، اے، وی کالج مئو میں خاصی مدت تک فارسی کے استاذ رہے، پھر انھوں نے بذات خود اس ملازمت سے سبکدوشی اختیار کی اور مئو ہی میں ایک بڑی فارمیسی کھولی جس میں نوع بنوع کی دوائیں تھیں اور ماہر اطباء کی خدمت بھی حاصل تھیں، وہ فارمیسی عوام وخواص کا مرجع رہی، اسی دوران انھیں اپنے اندر ایک عجیب بے کیفی اور اضطراب کا احساس ہوا، چنانچہ انھوں نے عارف باللہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ فتح پوری کی خدمت میں حاضری دی اور ان سے اصلاحی تعلق قائم کیا، وہ برابر ان کے ہفتہ واری پروگرام میں شریک ہوتے تھے اور ان سے کسب فیض کرتے تھے، کچھ دنوں کے بعد برادرِ معظم حکیم صاحب نے فارمیسی بند کر کے شیخ کی خدمت میں قیام کو ترجیح دی اور انھیں کی تربیت گاہ میں اپنے روز وشب گزارنے لگے، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب الہ آباد منتقل ہوگئے تو مستقل طور پر بھائی صاحب نے بھی انہی کے در دولت کو اپنا مستقر بنایا۔

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نے جب اس فاضل نوجوان کے اندر خیر وصلاح کے نقوش دیکھے اور اس کے اندر خدمت خلق کا جذبہ موجزن پایا، تو ان کو طب اسلامی کی تعلیم کا مشورہ دیا، انھوں نے حضرت کے حسب ایماء طبابت میں حذاقت پیدا کی، دارالعلوم دیوبند میں جب جامعہ طبیہ قائم ہوا تو حضرت شیخ کے مشورہ ہی سے وہاں مدرسی اختیار کی، پھر کچھ مدت کے لیے پرنسپل بھی مقرر ہوئے، شیخ نے رخصت کرتے وقت دعا دی تھی کہ انشاءاللہ کامیابی ہر منزل پر تمہارے قدم چومے گی اور میں تمہارے دین، تمہاری امانت اور حسن خاتمہ کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں، یہ دعا بھائی صاحب کے لیے بہترین سوغات ثابت ہوئی اور اس نے زندگی کے ہر موڑ پر خضر راہ کا کام کیا۔

حکیم عزیز الرحمٰن صاحب جامعہ طبیہ دیوبند میں مدرسی کے دوران

ایک ماہر اور مقبول استاذ رہے، طلباء اور اساتذہ کے درمیان وہ ایک متواضع، ملنسار اور با اخلاق انسان کی حیثیت سے متعارف تھے، تقریباً ۲۷ر سال انھوں نے جامعہ طبیہ میں گزارے، پھر ریٹائرمنٹ لے کر الہ آباد میں حضرت شیخ کی خدمت میں قیام کیا، قارئین کے علم میں ہے کہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب فتح پوریؒ فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے بذریعہ بحری جہاز روانہ ہوئے، ساتھ میں رفقاء اور احباب کی ایک جماعت تھی، راستہ میں آپ کا انتقال ہوگیا، انتقال کی خبر پاکر برادر معظم حکیم صاحب نے اپنا پرانا مشغلہ جاری رکھا، مطب میں مریضوں کے امراض کی تشخیص کرنا، ان کے لیے نسخے تجویز کرنا، ان کا صبح وشام کا شغل تھا۔

حکیم صاحب ایک باذوق عالم تھے، طبابت کے ساتھ تصنیف وتالیف کے ذریعہ بھی انھوں نے دین کی خدمت کی، طب کے موضوع پر کئی کتابیں تصنیف کی ہیں، ان میں وصی میڈیکل ڈکشنری، امراض صدریہ، سوانح عطار، کتاب الرحمۃ وغیرہ قابل ذکر ہیں، امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی طب نبوی کے عنوان سے موجود کتاب کو اردو قالب میں منتقل کیا اور وہ مولانا مختار احمد ندوی کے ادارہ سے شائع ہو کر مقبول خواص وعوام ہوئی، مزید مآثر امام اعظم، سوانح فراہی، سوانح ابو ہریرہ، اعجاز علمی کی بنیادیں، شاداب افریقہ (یہ کتاب معالی الشیخ محمد بن ناصر العبودی ڈپٹی ڈائریکٹر رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی کتاب ''افریقیا الخضراء'' کا اردو ترجمہ) ختامہ مسک نامی کتابیں لکھیں، ان کا ایک نمایاں کام ''سنگم'' کے نام سے ہے، جو عربی کی لغت ''المورد'' کا اردو ترجمہ ہے، اس طرح یہ لغت سہ لسانی ''تھری لینگویج ڈکشنری'' کے نام سے موسوم ہے اور مکتبہ فردوس مکارم نگر لکھنؤ سے تین جلدوں میں چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے۔

عمر کے اخیر دور میں ان کا ایک اہم کام اردو میں حدیث شریف کی ایک ضخیم لغت ہے، تصنیف کا کام مکمل تھا، طباعت کے مرحلہ میں کتاب تھی اور انھوں نے اس کے کچھ پروف بھی دیکھے تھے، یہ مسودہ منتظر اشاعت تھا کہ وہ اس دارفانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے، حدیث شریف سے متعلق ان کا یہ تصنیفی کام تین ہزار صفحات پر مشتمل ہے، ان کے اور بھی غیر مطبوعہ مسودات ہیں، جو شائع شدہ کتابوں سے کہیں زیادہ ہیں۔

حکیم عزیز الرحمٰن صاحب وسعت اخلاق، علمی مہارت اور صاف گوئی میں امتیازی شان رکھتے تھے، اللہ تعالی نے فارسی، اردو اور گاہے بگاہے عربی میں شعر کہنے کا ملکہ عطا فرمایا تھا، وہ علماء شناس تھے اور معاشرے کے ہر طبقہ سے راہ ورسم رکھنے کا ہنر جانتے تھے، انہوں نے اپنے پیچھے شاگردوں میں علماء اور ڈاکٹروں کی ایک بڑی تعداد چھوڑی وہ تاحیات اپنے مرشد حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب فتح پوریؒ سے وابستہ رہے، ان کے انتقال کے بعد ان کے خلف الرشید حضرت اقدس قاری محمد مبین صاحب مدظلہ العالی اور خاندان کے دوسرے افراد سے تعلق رکھا، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندویؒ، ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم، مولانا سید محمد الحسنی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی حال معتمد تعلیم ندوۃ العلماء سے بھی ان کے گہرے مراسم تھے، خانوادۂ علم ولی اللہی کے بزرگوں بالخصوص مجاہد اعظم حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ وسلم کے کارناموں کا تذکرہ بڑے اچھے انداز میں کرتے تھے اور ندوہ اور اہل ندوہ کی تعریف میں وہ رطب اللسان رہتے تھے، آغاز شباب ہی سے ندوۃ العلماء سے ان کا تعلق استوار رہا اور تادم واپسیں باقی رہا، ملک کے دوسرے علماء اور مشائخ، علمی اور تحقیقی اداروں کے ذمہ داران سے بھی ان کا ربط رہا، وہ اسلامی تاریخ کے نشیب وفراز سے واقف تھے، انہوں نے بڑی گہرائی کے ساتھ اس کا مطالعہ کیا تھا، قدیم وجدید احوال پر ان کی نظر بڑی عمیق تھی۔

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

یہ عجیب اتفاق ہے کہ انتقال کے موقع پر ان کے صاحبزادے محی الدین طیب اعظمی گھر پر موجود نہیں تھے، وہ دبئی میں پہلے ایک مسجد

کے امام وخطیب کی حیثیت سے مقیم تھے، پھر اوقاف کے دفتر سے منسلک ہوگئے، انتقال کی خبر پا کر وہ فوراً وطن واپس آئے اور اہل خانہ کو تسکین کا باعث بنے، دبئی میں ان کا قیام ایک عرصہ سے ہے، اس درمیان حکیم صاحب سے انہوں نے درخواست کی کہ وہ کچھ وقت وہاں بھی آ کر گزاریں، چنانچہ حکیم صاحب نے وہاں ایک مدت تک قیام کیا، اس درمیان ان کا مخلصانہ تعلق حضرت مولانا قاری عبدالحمید صاحب ندوی امام وخطیب جامع مسجد ''السلام'' پار دبئی سے بہت گہرا تھا، ان کے علاوہ انہیں کے ذریعہ سے جن شخصیات کی زیارت اوران سے ملاقات رہی، ان میں شیخ علی بن سالم رحمۃ اللہ علیہ، شیخ عبدالرزاق رصاصی، بھائی مظفر کولا صاحب، شیخ محمد بن علی محمود، شیخ سالم بن علی المحمود، شیخ سالم بن عبداللہ المحمود، شیخ علی بن عبداللہ المحمود وغیرہ، اس درمیان بھی انھوں نے اپنا تصنیفی علم جاری رکھا، ۲۰۰۰ء میں جب والدہ مرحومہ کا انتقال ہوا، تو وہ ہندوستان واپس آئے اور یہیں قیام پذیر رہے۔

برادرم معظم ہمارے خاندان کے بزرگ ترین فرد تھے، راقم سطور برابر ان کی شفقتوں سے شاداں رہا، انھوں نے میری تعلیم وتربیت کی بہت فکر کی، میرے چھوٹے بھائی پروفیسر مسیح الرحمٰن اعظمی کو بھی اپنی نگرانی میں رکھا، جنھوں نے کیمسٹری میں مہارت پیدا کر کے علی گڑھ یونیورسٹی سے ڈاکٹریت کی، اس وقت وہ انٹیگرل یونیورسٹی لکھنؤ میں پروفیسر ہیں، قبل ازیں شبلی کالج اعظم گڑھ میں تدریسی خدمات ایک طویل مدت تک انجام دے چکے ہیں۔

ابھی ۲۴ رمئی ۲۰۰۹ء کو جب میری بیٹی اسماء سلمہا اللہ کا عقد عزیزی مفتی عبداللہ ندوی کے ہمراہ طے ہوا تو وہ اپنی پیرانہ سالی کے باوجود لکھنؤ تشریف لائے اور دو دن تک قیام کیا، اس درمیان مہمانوں کے استقبال، ان کے اعزاز واکرام میں پیش پیش تھے، یہ میری ان کی آخری ملاقات تھی، شعبان میں ملنے کا پروگرام بنایا، لیکن ان سے ملاقات شاید مقدر نہ تھی، اس دوران ٹیلیفون پر گفتگو کا سلسلہ جاری رہا، اس کے بعد انتقال کا سانحہ پیش آیا، اللہ تعالی مرحوم کو غریق رحمت فرمائے اور اپنی رحمتوں کے آغوش میں لے لیں، جنت الفردوس میں ان کی منزل انبیاء، شہداء، اولیاء اللہ اور صالحین کے جلو میں ہو۔

شعر

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

❁❁❁❁

غزل

وہ ریگزار کا منظر سراب جیسا ہے
ترے بغیر ہر ایک پل عذاب جیسا ہے

میری نگاہ میں تو شمع سا نہیں کوئی
میری نگاہ میں تو ماہتاب جیسا ہے

بڑھاپا بھول رہا ہے سبق شرافت کا
شباب کہتے ہیں جس کو شراب جیسا ہے

ہر ایک شخص کو دیتا ہے پیار کی خوشبو
وہ گلبدن ہے کہ تازہ گلاب جیسا ہے

صنم کو اہل نظر اپنا رب نہ مانیں گے
غلط ہے ذرہ کوئی ماہتاب جیسا ہے

فرشتے رکھتے ہیں ہر روز نیک وبد کا حساب
ہر ایک دن میرا روز حساب جیسا ہے

بغور دیکھ رہا ہوں نگاہ سے اپنی
غرور انساں کا سالکؔ حباب جیسا ہے

سالک بستوی
جامعۃ الاصلاح، غوری، بجہا بازار
ضلع سدھارتھ نگر (یوپی)

دعوت فکر

مسلم لڑکیوں کی تعلیم کا مسئلہ

فیروز بخت احمد صاحب ذاکر نگر، نئی دہلی

مسلم لڑکیوں کی تعلیم کا مسئلہ واقعی بڑا پیچیدہ ہے، وہ اس لئے کہ اسلام نے مرد اور عورت دونوں پر تعلیم لازم کی ہے مگر تعلیم نسواں کے ساتھ کئی مسائل اور پابندیاں بھی ہیں، مسلم فرقہ میں ایک یہ عام خیال ہے کہ تعلیم کے حصول کے بعد لڑکیاں خود سر خود بین اور آزاد ہو جاتی ہیں، دوسری طرف یہ خیال بھی ہے کہ موجودہ دور میں مسلم بچیوں کو تعلیم کی نعمت سے دور رکھنے کا مطلب ہے کہ آگے آنے والی نسلیں ماں کی کم تعلیم یا تعلیم سے بالکل نابلد ہونے کی وجہ سے پیچھے رہ جائیں گی، مسلم معاشرے میں اکثر ایسا بھی سوچا جاتا ہے کہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد لڑکیوں کی شادی مشکل سے ہو پاتی ہے کیونکہ انہیں اپنے پائے کے لڑکے نہیں مل پاتے، ہوسکتا ہے کہ یہ ایک عذر لنگ اور بیمار ذہن والے خیالات ہوں، کیونکہ علم کبھی مضرت رساں نہیں ہوتا، اگر اس کو خواتین کے ذریعہ بھی مثبت طریقوں سے کام میں لایا جائے۔

محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ''اُطلُبوُا العلم مِن الْمَهَدِاِلیَ اللَحَدِ''، تم علم سیکھو ماں کی گود سے قبر تک۔

سوال یہ ہے کہ اگر ہم اپنی بچیوں کو تعلیم و تربیت سے نا آشنا رکھیں گے تو کل جب ماں کے روپ میں وہ سامنے آئیں گی تو گود میں پلنے والے کو وہ کیا سبق دیں گی، جب کہ بچہ کے لئے پہلا اور مؤثر سبق ماں کی گود کا ہی سبق ہوتا ہے۔

تعلیم حاصل کرنا غلط نہیں ہے بلکہ اس کا ناجائز استعمال خواتین کے ذریعہ غلط اور بے جا ہوسکتا ہے، خواتین کا ضرورت سے زیادہ آزاد ہونا یا ماں باپ کی نافرمانبرداری کرنا غلط ہوتا ہے، ہندوستان کے علمائے دین اور مفتیانِ کرام نے تعلیم نسواں کے سلسلہ میں کئی فتویٰ جاری کئے، مستند حنفی عالم ملاعلی قاری نے کہا ہے ''ہوسکتا ہے زمانہ متقدمین و متاخرین میں عورتوں کو لکھنا سکھانا جائز رہا ہو، مگر اب جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اس زمانہ میں عورتوں میں خرابی پیدا ہوگئی ہے، آج کی عورت شیطان کی رسی ہے، ایسا اس لئے ہوسکتا ہے کہ اعلیٰ تعلیم کا عورتوں کے ذریعہ ضرورت سے زیادہ آزادی کا استعمال کرنا ہوتا ہے۔

دیوبند، گنگوہ اور سہارنپور کے خیال کے مطابق عورتوں کو احکام خداوندی کے تحت زندگی گذارنی چاہئے، ان علماء کی رائے تھی کہ یہ تو ممکن ہے کہ عورتوں کو پڑھنا سکھا دیا جائے؛ لیکن ان کو لکھانا موجب فساد ہوگا، وہ اپنے عاشقوں کو خط لکھیں گی، پڑھنا سکھانے کی حدود صرف یہ تھیں کہ ان کو قرآن شریف پڑھنا اور شرعی مسائل کے متعلق ابتدائی کتابیں پڑھنا سکھایا جائے، عام مطالعہ کے بارے میں خیال یہ تھا کہ ان کو شیروں کی سمتیں اور جغرافیہ پتہ چل جائے گا جس سے ان کو گھر سے فرار ہونے میں سہولت ہوگی، یہی وجہ ہے کہ عورت کے لئے خانگی امور کی اہمیت زیادہ ہے اور پردہ بھی ضروری ہے، اسلام دشمن عناصر مسلم خواتین کے بارے میں یہ کہتے نہیں چونکتے کہ ان کو گھر میں قید کر دیا جاتا ہے، پردہ ظلم ہے، بے حیائی اور مخلوط تعلیم کی وجہ سے غیر اسلامی معاشرے میں شادی سے قبل ہی لڑکیوں کا ماں بن جانا ایک عام بات ہے، بلکہ اب تو جدید و ایڈوانسڈ مسلم خاندانوں میں بھی اس قسم کی باتیں سننے کو ملتی ہیں۔

عورت پردے کے ذریعہ ہزار خرافات اور پریشانیوں سے بچ جاتی

ہے، مسلم معاشرے میں یہ ضروری نہیں ہے کہ پردہ صرف برقعہ پہن کر ہی کیا جائے، پردہ تو دل میں ہونا ہی چاہئے، ساتھ میں وہ خود کو باہر نکلنے سے قبل چادر سے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیں، قرآن میں لکھا ہے، ’’اے نبی! اپنے مومنوں، بیویوں اور بیٹیوں و دیگر خواتین کو کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر بڑا کپڑا ڈال لیا کریں، یہ بہت عمدہ طریقہ ہے تاکہ یہ پہچان نہ لی جائیں اور انہیں پریشان نہ کیا جاسکے‘‘ ترقی نسواں کے ہمدرد خواتین میں جدیدیت کے علمبردار لوگ چاہتے ہیں کہ پردے کو تعلیم و ترقی کے راستہ میں رکاوٹ ثابت کرکے اس کے خلاف نفرت کا ماحول بنادیا جائے اور ہماری نیک، وفاشعار اور پاکباز بیویاں، بہنیں و بیٹیاں بھی بے شرمی، بے حیائی و عریانیت کا جالہ پہن کر، سینہ تان کر، بالوں کو کھول کر گاڑیوں میں گھومیں، جسم کی نمائش کریں اور دوزخ کی ڈاٹ بنیں، وہ چاہتے ہیں کہ مسلم خواتین میں اپنے گھر کی چہاردیواری میں رہنے سے جو نظم وضبط، پاکیزگی، احساس ذمہ داری اور شوہر و بچوں کی خدمت کا جذبہ ہے وہ ختم ہوجائے، آج بھی چونکہ مسلم معاشرے میں خواتین پاک دامن اور ذمہ دار ہیں، لہٰذا طلاق کا رواج باوجود اس کے بہت کم ہے کہ طلاق اسلام میں بہت آسان ہے، بلکہ دوسرے طبقوں میں یہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ اس کا چلن بڑھتا چلا جارہا ہے، یہی وجہ ہے کہ اکبرالہ بادی مرحوم کو یہ لکھنا پڑا۔

تعلیم عورتوں کی ضروری تو ہے مگر
وہ گھر کی منتظم ہوں سبھا کی پری نہ ہوں

ویسے بھی خدا نے اسلامی نظام ایسا بنایا ہے کہ عورت چراغ خانہ ہے چراغ محفل نہیں، ہاں خودسری، ضد اور ان کے تقاضوں کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے، ہندوستانی مسلمانوں میں تعلیم کی جانب رجحان سے جو ست روی آئی ہے اس سے تعلیم نسواں کا پھیلاؤ ہوا ہے، ایک صالح معاشرہ کی تشکیل جبھی ممکن ہے جب اس کی عورتوں میں تحصیل علم کا رجحان ہو، حضور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بکثرت خواتین علم وفضل میں مردوں سے کہیں زیادہ آگے بڑھ چکی تھیں، اس صحابیات میں حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ کے نام ایسے ہیں جن سے سبھی واقف ہیں۔

محسن قوم سرسید احمد خاں مرحوم، مولانا ابوالکلام آزاد اور پاپا میں ڈاکٹر محمد عبداللہ (جنھوں نے مسلم یونیورسٹی میں عبداللہ گرلز کالج قائم کیا) وغیرہ کے احسانات ملک وقوم کی عورتوں پر بے حد وبے شمار ہیں، انہوں نے ہندوستانی مسلمانوں کی روح خوابیدہ کو خواب غفلت سے جگایا، تعلیم کی اہمیت کے فوائد اور اس کی وجہ سے دونوں عالم میں سرخ روئی اور سرفرازی کے سبق پڑھائے۔

سرسید اور پاپا میاں کی انتھک کاوشیں ثمرآور ہوئیں اور ایک طبقہ میں بیداری پیدا ہوئی اور انہوں نے اپنی بچیوں کی تعلیم وتربیت کی جانب توجہ دینا شروع کی؛ لیکن ۱۹۴۷ء کے خونچکاں ماحول نے ایک دفعہ پھر اس تعلیمی ماحول کے تیز رفتار کارواں کے سامنے دھول وغبار کے بگولے کھڑے کردیئے، مسلمان اپنے سایہ سے خائف ہونے لگا، بالآخر جب یہ غبار کچھ کم ہوا تو لوگوں کو اس کارواں کی فکر ہوئی، مگر افسوس کہ سرسید، مولانا آزاد اور شیخ عبداللہ جیسے دیوانے اور قوم وملت کے دردمند حضرات اپنی اپنی قبروں میں خاموش سوچکے تھے، کاش کہ آج کوئی سرسید، مولانا آزاد یا عبداللہ ہوتا، یہ ٹھیک ہے کہ مسلمانوں میں عام تعلیم کا پھیلاؤ اور لڑکیوں کی تعلیم کا رجحان بڑھا مگر ہم وطنوں کے مقابلہ میں کافی کم، رامپور میں جماعت اسلامی ہند نے ایک اہم ادارہ ’’مدرسہ صالحات‘‘ نے قائم کیا جس میں مسلم بچیوں کو تعلیم دی جاتی ہے، ویسے تو یہ اقامتی کردار کا ادارہ ہے جس میں علوم دین کو اہمیت دی جاتی ہے، مگر اب یہاں دنیوی تعلیم کا سلسلہ بھی ہے جس سے بچیاں موجودہ دور کی تعلیم سے جڑی رہتی ہیں۔

کچھ عرصہ قبل سہارنپور میں مظاہر علوم (وقف) کے تحت ایک لڑکیوں کے اسکول کا سنگ بنیاد مارچ ۲۰۰۰ء میں عالم دین واکابر ملت مولانا مجاہد الاسلام قاسمیؒ کے دستِ مبارک کے ذریعہ رکھا گیا، اس مدرسہ میں دینی اور عصری تعلیم کا انتظام ہوگا، مگر دینی امور کو اہمیت زیادہ

دی جائے گی، بقول مدرسہ کے مہتمم پرنسپل مولانا محمد یعقوب بلندشہری اس گرلز کالج میں تعلیم کے ساتھ ساتھ کردار سازی کی تعمیر بھی لازمی کی جائے گی، اسی طرح کے ایسے ادارے جو بچیوں کو دینی وعصری تعلیم کے ساتھ ساتھ ایجوکیشن کی مین اسٹریم میں بھی لے جائیں گے، شکر ہے بڑھتے جارہے ہیں۔

دہلی کے ذاکرنگر علاقہ میں مولانا عبدالحمید رحمانی نے کچھ سال قبل ''مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ'' شروع کیا جو آج کے دور میں دینی تعلیم کا انگریزی میڈیم اسکول ہے، اس مدرسہ میں ہائی اسکول سینئر سکنڈری بورڈ وغیرہ کے امتحانات دلوائے جاتے ہیں، پرانی دہلی میں کشمیری گیٹ علاقہ میں ''قومی مدرسہ نسواں'' مولانا نجم الدین انصاری جیسے بزرگ دین چلارہے ہیں، جس کی بچیاں اچھے انگریزی میڈیم اسکولوں میں داخلہ حاصل کرلیتی ہیں، بقول انصاری صاحب اس وقت تمام غیر اسلامی قومیں اسلامی معاشرے کے ایک اہم جزو پردہ کے خلاف سازش رچ رہی ہیں، مگر پردہ میں رہ کر بھی اعلی تعلیم حاصل کی جاسکتی ہے، جیسا کہ ''قومی مدرسہ نسواں'' میں چل رہا ہے، مگر وہ خواتین کی ملازمت کے سخت خلاف ہیں کیونکہ ملازمت سے بہت سے ایسے مسائل پیدا ہوجاتے ہیں جس سے گھر بار ٹوٹنے کے آثار پیدا ہوجاتے ہیں، انہوں نے حال ہی میں پاکستان میں پیش ایک واقعہ کے بارے میں بتایا کہ جب جنرل مشرف نے اعلان کیا کہ پاکستانی مجلس پارلیمانی میں خواتین کے لئے ۳۳ رفیصد سیٹیں رکھی جائیں گی تو وہاں کی خواتین نے اس کے خلاف زبردست احتجاج کیا کہ خواتین کے اس طرح کے کاموں میں الجھ جانے سے خاندان کے خاندان تباہ وبرباد ہوں گے اور طلاق کا چلن بڑھے گا۔

مگر تعلیم کی افادیت سے کسی حالت میں بھی انکار نہیں کیا جاسکتا، ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ خاتون گھر میں رہ کر جس طرح سے بچوں کی پرورش کرسکتی ہے اس سے اس ''نقصان'' کا بھی ازالہ ہوسکتا ہے کہ وہ عورت سروس نہیں کررہی، کما نہیں رہی، عورت کی بہترین کمائی اسکے شوہر، بچوں اور رشتہ داروں کے تئیں اس کی خدمات ہیں، اسلامی معاشرے میں اس عورت سے بہتر وبرتر کوئی نہیں جس نے اعلیٰ تعلیم حاصل کرکے بھی چہار دیواری میں محفوظ ہوکر اپنی الگ دنیا بسالی ہو۔

❀❀❀❀❀

ماهنامه

''نقوش اسلام''

صرف ایک رسالہ ہی نہیں بلکہ اردو زبان میں اسلام کی تبلیغ واشاعت اور اصلاح معاشرہ کی ایک عظیم تحریک بھی ہے، اس کی توسیع میں حصہ لیں اور اپنے دوست واحباب کو بھی اس کا ممبر بنائیں، انشاء اللہ اجرعظیم کا باعث ہوگا۔ (ادارہ)

شوگر ختم

جو لوگ شوگر کے مرض میں مبتلا ہوں وہ اب مایوس نہ ہوں، قدرت نے ہر بیماری کے ساتھ اس کا علاج بھی پیدا کیا ہے، ہمارے دیسی علاج سے شوگر کا مرض ہمیشہ کے لیے ختم ہوجاتا ہے اور دوبارہ اس کا حملہ نہیں ہوتا، شوگر کے وہ مریض جو انگریزی دوائیں کھاتے کھاتے پریشان ہوگئے ہوں اور آرام نہیں ہوتا تو وہ علاج کے لیے آج ہی ہمیں لکھیں، ملیں یا فون پر رابطہ کریں۔

مایوسی کی ضرورت نہیں

بواسیر۔ پتھری۔ پورے بدن کا درد۔ گھٹیا۔ سانس کا پھولنا
اس کے علاوہ
زنانہ ومردانہ پوشیدہ امراض کا مکمل کامیاب علاج
کمزوری چاہے کسی بھی عمر میں ہو
شادی سے پہلے یا بعد میں کھوئی ہوئی طاقت دوبارہ حاصل کریں۔

فون نمبر: 05922-250995
موبائل: 09412391643

پھول والے حکیم

محلّہ ملانہ، امروہہ، ضلع جے۔ پی۔ نگر
(یو۔ پی) 244221

اشتہار

مسائل وفقہ

کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کے احکام

مولانا فہیم الدین قاسمی

کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا آج کل شہروں میں اور خاص طور پر مالدار علاقوں میں بہت عام ہوگیا ہے، لوگوں کے حالات دیکھ کر خیال ہوتا ہے کہ ناواقفیت اور عام جہالت کی وجہ سے معذوری کو دی گئی شرعی سہولت کا غلط استعمال ہو رہا ہے اور نمازیں خراب ہو رہی ہیں، اس صورت حال کی وجہ سے اس مسئلہ سے متعلق جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم بنگلور کے دارالافتاء نے ایک جامع تحقیق اور مکمل بحث تیار کی ہے، پوری بحث جامعہ کے دارالافتاء میں موجود ہے، اہل علم حضرات اور دیگر باذوق حضرات طلب فرما کر ملاحظہ فرما سکتے ہیں، عوام کے لیے اور مساجد وغیرہ میں مسئلہ کی اشاعت کے لیے اس تحقیق کا خلاصہ پیش خدمت ہے:

(۱) فرض نماز میں قیام یعنی کھڑا ہونا رکن ہے، جو کھڑا ہو سکتا ہے بیٹھ کر اس کی فرض نماز نہیں ہوگی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں نوافل اپنی سواری پر پڑھتے تھے، مگر فرض نماز لازماً سواری سے اتر کر زمین پر پڑھتے تھے، زندگی میں ایک بار بھی آپ نے اس کے خلاف نہیں کیا، اگر قیام رکن نہ ہوتا تو بیان جواز کے لیے کم از کم ایک بار ضرور آپ سواری پر بیٹھے بیٹھے فرض نماز ادا فرماتے، اس مضمون کی احادیث بہت ہیں مثلاً" عن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي على راحلته حيث توجهت فاذا اراد الفريضة نزل فاستقبل القبلة"۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۰۰)

(۲) اگر کوئی شخص تھوڑی دیر کھڑا ہو سکتا ہے پوری نماز کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا، تو اتنی دیر کھڑے ہونا فرض ہے، اتنی دیر بھی بیٹھ گیا تو نماز نہ ہوگی: "وان قدرعلى بعض القيام لزوما بقدر ما يقدر ولو قدر آية أو تكبيرة لأن البعض معتبر بالكل"۔ (درالمختار مع الشامی)

(۳) اگر کسی سہارے اور ٹیک سے کھڑا ہو سکتا ہے تو بھی بیٹھ کر نماز نہ ہوگی: "ولوقدر على القيام متكئا الصحيح أنه يصلي قائما متكأ ولا يجزيه غير ذلك وكذلك لوقدرعلى ان يعتمد على عصا أوعلى خادم له فانه يقوم ويتكئ"۔ (الشامی جلد ۲/ ۹۷)

(۴) معذور صرف وہ کہلائے گا جو کھڑے ہونے پر کسی بھی صورت میں قادر نہ ہو، اگر کھڑا ہوگا تو گر جائے گا یا مریض ہو جائے گا، یا مرض بڑھ جائے گا، یا مرض دیر سے ٹھیک ہوگا اور اس کی تصدیق تجربہ یا مسلم ماہر اور دیندار ڈاکٹر نے کی ہو، ان صورتوں کے علاوہ عذر شرعاً معتبر نہ ہوگا: "اراد بالتعذر الحقيقي بحيث لوقام سقط، او حكمي بان خاف زيادته اوبطئ بره بقيامه او دوران راسه او وجد لقيامه الماشديداصلى قاعداً"۔ (مختار والشامی جلد ۲ / صفحہ ۹۶)

معمولی درد والوں کے لیے بیٹھنا جائز نہیں ہے: "فانه لحقه نوع مشقة لم يجزترك ذلك القيام" اگر آج کے کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے والوں کی حالت اس معیار پر جانچی جائے تو اکثریت غلط ہوگی، ان میں سے اکثروں کو اچھی حالت میں اٹھتے بیٹھتے اور چلتے پھرتے اور اپنے تمام امور انجام دیتے دیکھا جاتا ہے، بس نماز کے لیے معذور بن جاتے ہیں۔

(۵) جو شخص زمین پر بیٹھ کر سجدے کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے بس قیام پر قادر نہیں ہے، تو کرسی پر اس کی نماز نہیں ہوگی، جو شخص زمین پر

بیٹھ کرنماز پڑھ سکتا ہے مگرسجدے پر قادرنہیں ہے وہ اشارے سے زمین پر بیٹھ کرنماز پڑھے، کرسی پرنماز نہ پڑھے، ایسی حالت میں زمین پر بیٹھ کرنماز پڑھنا اولی اور بہتر ہے اور کرسی پر پڑھنا خلاف اولی ہے، زمین پر بیٹھ کرنماز پڑھنے والے کے لیے بہتر یہ ہے کہ تشہد کی حالت پر بیٹھے، اگر تشہد کی حالت پر بیٹھنے پر قادر نہ ہوتب دیگر حالتوں میں بیٹھ سکتا ہے:"ینبغی ان یقال ان کان جلوسه کما یجلس للتشهد ایسر علیه من غیره او مساویا لغیره کان اولی والا اختار الایسر فی جمیع الحالات"۔(درمختار جلد۲ صفحہ ۹۷)

(۶) جو حقیقتاً معذور تھا اور لاعلمی میں کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھتا رہا اس کی نمازیں درست نہ ہوئیں، کیونکہ جہالت عذر نہیں ہے، لہٰذا ان کا لوٹانا ضروری ہے، جو لوگ واقعی معذور ہیں ان کے لیے مسجد میں کرسیوں کا انتظام کرنے میں حرج نہیں ہے، مگر کرسیاں بقدر ضرورت ہوں، کرسیوں کے رواج کو بڑھاوا دیا نہ جائے، کرسی پرنماز کے احکام بھی کرسیوں کے ساتھ لکھ کر لگائے جائیں۔

(۷) کرسی پرنماز پڑھنے والوں میں سے بعضوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ رکوع اور سجدے کے اشارے کے لیے ہاتھوں کو آگے لے جاتے ہیں، یہ بھی درست نہیں، ہاتھ رانوں پر ہی رکھنے چاہئے، اشارہ صرف سر سے ہوتا ہے۔

(۸) نفل نماز میں اگر چہ قیام رکن نہیں ہے اور بلا عذر بھی بیٹھ کر نفل نماز ادا کر سکتے ہیں مگر سجدہ نفل نماز کا بھی رکن ہے اور سجدہ معاف نہیں ہے لہٰذا جو بیٹھ کر سجدے پر قادر نہ ہو اس کے لیے نفل نماز بھی کرسی پر اشارے سے جائز نہیں، نماز نہیں ہوگی، فتاوی ہندیہ میں ہے: "ویجوز ان یتنفل القادر علی القیام قاعدا بلا کراهة فی الأصح ولو صلی التطوع بالایماء من غیر عذر لایجوز"۔ (فتاوی ہندیہ جلد۳ صفحہ ۴۹۰) (بشکریہ ماہنامہ ''بانگ حرا'' لکھنؤ)

❁❁❁❁❁

مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کی

اہم تصانیف

۱- مختصر تجوید القرآن (بروایت حفص اردو) ۱۰؍روپئے

۲- بچوں کی تمرین التجوید (تجوید کے قواعد، مشق اور طریقہ تدریس اردو) ۱۰؍روپئے

۳- جیب کی تجوید (تجوید کے ضروری قواعد کا پاکٹ سائز مجموعہ) ۳؍روپئے

۴- ریاض البیان فی تجوید القرآن (بروایت حفص عربی) ۲۰؍روپئے

۵- رہنمائے طریقت (شریعت وطریقت، تصوف وسلوک، اخلاق حمیدہ ورذیلہ) ۱۰؍روپئے

۶- مراجع الفقه الحنفی ومیزاتها (فقہ حنفی کے مراجع اور ان کی خصوصیات، عربی) ۵؍روپئے

۷- الامامة فی الصلاة مسائلها واحکامها (امامت کے مسائل واحکام، عربی) ۳۰؍روپئے

۸- التدخین بین الشرع والطب (تمباکو ونشہ آور چیزیں شریعت وطب کی روشنی میں، عربی) ۲۰؍روپئے۔

۹- حیات عبدالرشید (حضرت رائے پوری کے خلیفہ حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوریؒ کی سوانح حیات) ۵۰؍روپئے

۱۰- سیرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ (حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب کے والد ماجد کی سوانح حیات) ۵۰؍روپئے

۱۱- تذکرہ مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ (مولانا محمد میاں شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ دہلی وناظم اعلی جمعیۃ علماء ہند کے حالات زندگی اور کارنامے) ۵۰؍روپئے

۱۲- تذکرہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ (مولانا اشرف علی تھانوی کے مختصر حالات زندگی) ۸؍روپئے

۱۳- تذکرہ علامہ سید سلیمان ندویؒ (علامہ ندویؒ کے مختصر حالات زندگی) ۸؍روپئے

۱۴- تذکرہ حضرت مدنی (حضرت سید حسین احمد مدنی کے مختصر واہم حالات) ۸؍روپئے

۱۵- چند مایہ ناز اسلاف قدیم وجدید (چودہ بزرگوں کے حالات) ۳۰؍روپئے

۱۶- مقالات ومشاہدات (مختلف موضوعات پر ۲۷ مضامین کا مجموعہ) ۳۰؍روپئے

۱۷- مکتوبات اکابر (۲۰ بزرگوں کے خطوط کا مجموعہ) ۳۰؍روپئے

۱۸- چندہ دینے، دلوانے اور لینے کے آداب واصول ۱۰؍روپئے

ملنے کا پتہ

مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور (یوپی)

فکر وعمل

مسلمانوں کو اخوت ومحبت سے رہنے کی ہدایت

خالد سلیم مکان نمبر ۱۶/روجے پارک یمنا وہار، دہلی

اسلام مسلمانوں کے آپسی اختلاف کو ناپسندیدہ کرتا ہے، یہ اختلاف خواہ کسی بھی شکل کا ہو اسلام میں اس کی گنجائش نہیں ہے، قرآن میں مسلمانوں کو صاف الفاظ میں حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں اور آپس میں تفرقہ بازی نہ کریں، احادیث میں بھی جگہ جگہ مسلمانوں کو اتحاد ومحبت کے ساتھ رہنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے محبت والفت نہیں رکھتا تو دوسرے لوگ بھی اس سے محبت نہیں رکھتے۔ (رواہ احمد)

یہ حدیث تو مسلمانوں کے انفرادی معاملات کے تعلق سے بیان فرمائی گئی ہے کہ ان کا انفرادی معاملہ ایک دوسرے سے کیسا ہونا چاہئے اور جب کسی مسلمان بھائی کو اس کی مدد کی ضرورت پڑے تو اس کو اس وقت اپنے بھائی کے لیے کیا قربانی دینی چاہئے، کس طرح اس کی مدد کرنی چاہئے اور کس انداز میں اس کو دلاسہ دینا چاہئے یعنی اپنے پاس اس وقت جو بھی میسر ہو، اس کے ذریعہ اپنے بھائی کی مدد کی جائے، اگر وہ مظلوم ہے تو اس کو ظالم کے پنجہ سے چھڑایا جائے، اگر وہ مقروض ہے تو اس کا قرض ادا کیا جائے، اگر وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کی جائے اور اگر وہ غریب ہو تو اس کی دوا کا انتظام کیا جائے، غرضیکہ مدد وامداد میں جو بھی باتیں شامل ہیں ان کو اختیار کیا جائے، تاکہ باہمی محبت والفت میں اضافہ ہو اور محروم مسلمان مایوس نہ ہو سکے۔

اس انفرادی معاملہ کے برعکس مسلمانوں کے اجتماعی معاملات بھی ایسے ہی ہونے چاہئے یعنی اگر کہیں اجتماعی طور پر مسلمان پریشانی کا شکار ہوگئے ہوں تو ضروری ہے کہ مسلمان اپنے بھائیوں کی مدد اور دیکھ بھال کریں، مثلاً اگر مسلمان فرقہ وارانہ فسادات کا شکار ہوگئے ہوں تو دوسری جگہ اور شہروں میں رہنے والے مسلمان فساد زدہ مسلمانوں کی بھر پور مدد کریں، اگر مسلمان کہیں قدرتی آفات، زلزلے، آسمانی قہر، سیلاب کی وجہ سے خطرناک حالات کے شکار ہوگئے ہوں تو مسلمانوں کو فوراً ان کی مدد کے لیے اٹھ کھڑا ہونا چاہئے، اور اجتماعی طریقے پر ان کی تعمیر نو میں حصہ لینا چاہئے، لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ اگر قدرتی آفات کا شکار غیر مسلم ہو جائیں تو مسلمانوں کو ان کی مدد نہیں کرنی چاہئے، مسلمانوں کو ان کی بھی مدد کرنی چاہئے؛ لیکن متاثرہ مسلمانوں کی مدد کرنا تو ان پر لازم اور ضروری ہے، جس سے وہ اپنا دامن بچا ہی نہیں سکتے۔

چونکہ ان باتوں سے آپسی محبت والفت میں اضافہ ہوتا ہے، اور مسلمانوں کے آپسی محبت والفت سے بہترین مثبت نتائج پیدا ہوتے ہیں اور اسلامی معاشرہ اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ دنیا کے سامنے آتا ہے، مسلمانوں کی آپسی محبت سے اسلامی تعلیمات دنیا پر آشکار ہوتی ہیں، مسلمانوں کے بھائی چارے اور ان کی اجتماعیت کا مظاہرہ ہوتا ہے، جس کی وجہ سے اسلام دشمن طاقتوں پر مسلمانوں کا رعب ودبدبہ بیٹھتا ہے، اور ان کے حوصلے پست ہوتے ہیں اور وہ مسلمانوں پر ظلم وزیادتی کرنے سے باز رہتے ہیں، معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی آپسی محبت واخوت سے اسلام کا مطلوب معاشرہ وجود میں آتا ہے، مذکورہ بالا حدیث میں ایسے مسلمانوں کو خیر اور بھلائی کا منبع قرار دیا گیا

ہے، جو اپنے بھائیوں کی فلاح و بہبود اور مدد کے لیے ہر وقت تیار رہتا ہے اور اگر کوئی مسلمان اس کسوٹی پر کھرا نہیں اتر تا تو حدیث کے مطابق ایسے شخص میں نہ کوئی بھلائی ہے اور نہ کوئی خیر؛ کیوں کہ وہ صرف اپنی بھلائی اور اپنی سلامتی چاہتا ہے، اس کو مسلمانوں کی پریشانی اور تکالیف کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی، اسی لیے اس سے بھی دوسرے لوگ محبت نہیں رکھتے۔

اب یہاں ایسے مسلمانوں کے متعلق حدیث بیان کی جارہی ہے جو مسلمانوں کے اندر انتشار اور اختلاف پیدا کرتے ہیں، ان کو آپس میں لڑاتے ہیں، اسلام میں نئی نئی باتیں پیدا کرتے ہیں اور نئے نئے مسائل گھڑ کر لوگوں کے درمیان پھیلاتے ہیں اور اختلاف بین المسلمین کے مرتکب ہوتے ہیں، حدیث کے مطابق مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کو پارہ پارہ کرنے والا شخص قابل معافی نہیں ہے بلکہ وہ قابل گردن زدنی ہے، اگر اسلامی حکومت ہو تو ایسے شخص پر مقدمہ چلانے کے بعد اس کو قتل کر دیا جائے تا کہ فتنہ و فساد کا قلع قمع کیا جاسکے۔

حدیث میں آتا ہے حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عنقریب طرح طرح کے شر اور فساد رونما ہوں گے، اس وقت جو شخص بھی آپس کے اتحاد کو توڑے گا، تفریق پیدا کرے گا اور امت کے اجتماع کو توڑے گا، وہ قابل گردن زدنی ہوگا (یعنی اس کو قتل کیا جائے گا) خواہ وہ کوئی بھی ہو''۔ (مسلم)

اندازہ لگائیے کہ مسلمانوں کے اندر تفرقہ پیدا کرنے والے شخص کی کتنی بڑی سزا ہے، کیا اب بھی ان لوگوں کو ہوش نہیں آئے گا جو اپنے محدود مفاد کے لیے مسلمانوں کو نہ صرف مختلف فقہی مسلکوں میں تقسیم کر کے ان کے اندر اختلاف و انتشار پیدا کرتے ہیں، بلاوجہ اپنے مسلک کو عین شریعت کے مطابق ثابت کرنے کے لیے دوسرے مسلک پر عمل کرنے والوں کو کافر تک قرار دیدیتے ہیں، کیا وہ لوگ یہ نہیں جانتے کہ مسلک اہم نہیں بلکہ مذاہب اہم ہے اور اپنے اپنے مسلک پر عمل کرتے ہوئے مذہب کو مقدم رکھیں اور جب بھی مذہب پر کوئی حرف آئے تو اجتماعی طور پر اس کا دفاع کریں، لیکن افسوس کہ تھوڑی سی شہرت تھوڑا سا لالچ ایسے لوگوں کو مسلمانوں کی اجتماعیت توڑنے پر آمادہ کر دیتا ہے، جب بھی مسلمانوں کا کوئی مسئلہ سامنے آتا ہے تو ہر مکتبۂ فکر کے نیم خواندہ حضرات اپنے اپنے مسلک کو سامنے لاکر دوسرے کو غلط قرار دینے لگتے ہیں، کیا یہ حضرات نہیں جانتے کہ اس سے نہ صرف مسلمانوں کی جگہ ہنسائی کا سامان فراہم ہوتا ہے بلکہ اس سے اسلام کی صداقت اور حقانیت پر غیروں کو حرف گیری کے مواقع فراہم ہوتے ہیں کتنے دکھ اور افسوس کا مقام ہے کہ جو امت دنیا کی ہدایت کے لیے برپا کی گئی تھی آج وہ خود ہدایت کی محتاج ہوگئی ہے اور نہ جانے کتنے خانوں میں تقسیم ہو کر بے وزن اور ذلیل وخوار ہوچکی ہے، پہلے شیعہ سنی اختلافات منظر عام پر آیا کرتے تھے جو بڑھتے بڑھتے خون خرابہ تک پہنچا دیئے جاتے تھے لیکن اب تو دیوبندی اور بریلویوں میں خونی رنجشیں ہیں تو اہل حدیث دیوبندیوں اور بریلویوں کو دین سے بھٹکے ہوئے سمجھتے ہیں اور اپنی تحریر و تقریروں میں سارا زور اور طاقت ان کے رد میں صرف کر رہے ہیں، ادھر جماعت اسلامی جمعیۃ علماء ہند اور تبلیغی جماعت کے درمیان مسلمان تقسیم ہو کر بے وزن ہو رہے ہیں، کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ مسلمان اپنے اپنے مسلکوں پر رہتے ہوئے اسلام کے بنیادی ارکان پر متحد ہوں اور جب بھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کوئی معاملہ آئے اس کے خلاف متحد ہو کر غیر جذباتی انداز میں تحریک چلائی جائے اس کا فائدہ یہ بھی ہوگا کہ مسلمان سیاسی طور پر بھی مضبوط ہوں گے اور ان کے وقار میں بھی اضافہ ہوگا۔

تاریخ وسیرت

مسلم سائنسداں الغرناتی

محمد سراج الدین، الیاس نگر، جے پی نگر، بنگلور

ابو حامد الغرناتی، غرناطہ (اسپین) میں ۱۰۸۰ء میں پیدا ہوئے، یہ ابو حامد اور الغرناتی دونوں ناموں سے مشہور ہیں اور ایک تیسرے نام ابوعبداللہ محمد ابن عبدالرحیم المازنی الاندولسی کے نام سے بھی یورپ میں مشہور ہیں، ۱۱۱۶ء میں الغرناتی اسپین سے بحری سفر براہ سارڈنیا اور سسلی مصر پہنچے، اسکندریہ میں ابوبکر ترطوشی کے ساتھ انہوں نے تعلیم حاصل کی، مقالہ نگار جے ورنٹ (J.Veret) اپنے مقالہ میں لکھتے ہیں کہ الغرناتی قاہرہ اور بغداد پہنچے، فارس (ایران) ہوتے ہوئے اولگا (Volga) پہنچے اور اولگا سے شمال میں ۵۵۰ درجہ پر بلگر تک پہنچے اور اس کے بعد وہ بشگرد (جہاں ہنگری قبیلہ قابض تھا) پہنچے، اور اس کے بعد بغداد براہ فارس پہنچے، کچھ عرصہ کے بعد حج کرنے کی غرض سے مکہ معظمہ پہنچے، ڈاکٹر قادر لون اپنی تصنیف ''مسلمانوں کے سائنسی کارنامے'' میں لکھتے ہیں کہ الغرناتی نے دو مشہور سفر نامے چھوڑے ہیں جن کے نام ہیں:

(۱) المعرب عن بعض عجائب المغر ب

(۲) تحفۃ الالباب والنخبۃ العجائب

جس میں بہت ہی دلچسپ اور مستند مواد موجود ہے، المعرب میں برفانی پھسلتی تختی کے تفصیلات دیئے گئے ہیں، جیسے قطب شمالی کی یورا قوم کے لوگ استعمال کرتے تھے، جس کو ہم سکائی (ski) کہتے ہیں، یہ کہا جاتا ہے کہ اس سے پہلے اس تختی کا ذکر کہیں نہیں آیا، شمالی روس کے نباتات وحیوانات کے متعلق تفصیلی معلومات بھی اس میں دیئے گئے ہیں۔

اس میں یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ بلغاریہ کے لوگ ہاتھی کے دانتوں کا کاروبار بھی کرتے تھے، کہا جاتا ہے کہ معرب اور تحفہ کتابوں نے بعد کے عربی جہاں نگاروں جیسے القزوینی پر اثرات چھوڑے ہیں، جے ورنٹ لکھتے ہیں کہ الغرناتی سے منسوب کی گئی دو کتابیں ''نخبۃ الادھان فی عجائب العجیب'' اعلی عجائبات کے متعلق منتخب یادگاریں، اور عجائب المخلوقات جو معرب اور تحفہ کی نظر ثانی کی ہوئی کتابیں معلوم ہوتی ہیں۔

معرب کا کچھ حصہ ہسپانوی زبان میں ترجمہ کیا گیا ہے، اس میں اندلس کے عجائبات اور فلکیات، اختر شناسی اور تاریخ نگاری پر مقالے دیئے گئے ہیں، تحفۃ الالباب ونخبۃ العجائب (دل کی طرف سے تحفہ اور عجیب وغریب اشیا کا انتخاب) ایک طرح سے معرب کا مماثل ہے، ڈاکٹر یم سعود اپنی تصنیف اسلام اینڈ یولیشن آف سائنس اور جے ورنٹ اپنے مقالہ میں لکھتے ہیں کہ یہ کتاب چار حصوں پر مشتمل ہے۔

دنیا کے متعلق وضاحت اور اس میں بسنے والی مخلوقات جس میں جنات بھی شامل ہیں، سوڈان میں سونا اور نمک کی تجارت کے متعلق بہت ہی دلچسپ تفصیلات بھی بیان کی گئی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی تفصیلات دی گئی ہیں:

(۱) کیسے مسافر صحرا میں ستاروں کی رہنمائی میں سفر کرتے ہیں۔

(۲) اجنبی ملکوں کی دلچسپ یادگاریں جیسے مصر کے احزام اور سکندرا کا لائٹ ہاوز وغیرہ کے متعلق وضاحتی بیانات دیئے گئے ہیں۔

(۳) سمندر، جزائر اور اس میں بسنے والی عجیب مخلوق جیسے اڑنے والی مچھلی.................. ﴿بقیہ اگلے صفحہ ۳۵ پر﴾

مآثر اکابر

امام احمد بن حنبلؒ اور فتنہ خلق قرآن

مولانا رحمت اللہ ندوی نیپالی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ائمہ اربعہ میں ہے، چاروں فقہی مذاہب میں زمانی اعتبار سے آپ سب سے آخر میں ہیں، گویا اس سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی ہیں، آپ حضرت امام شافعی کے نامور وممتاز شاگرد اور امیر المومنین فی الحدیث حضرت امام بخاری کے قابل فخر استاد ہیں۔

آپ خالص عربی النسل اور قبیلہ شیبان میں سے تھے، ربیع الاول ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے، بغداد کو آپ کے مولد ومدفن ہونے کا شرف حاصل ہے، جو عہد عباسی میں سب سے بڑا مرکز علم وفن تھا، بچپن میں قرآن مجید حفظ کیا اور زبان کی تعلیم حاصل کی، تقوی وطہارت، نجابت وصلاحیت کے آثار ابتداء ہی سے نمایاں تھے۔

بغداد کے محدثین میں حضرت امام ابو یوسف کی یہ شان ہے کہ امام احمد بن حنبل نے جب تحصیل حدیث شروع کی تو سب سے پہلے امام ابو یوسف کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے حدیثیں لکھیں، علم حدیث میں پختہ کاری کا یہ حال تھا کہ ان کے استاد امام شافعی حدیث کے صحت وسقم کے بارے میں اکثر ان پر اعتماد کرتے اور فرماتے کہ اگر محدثین کے یہاں حدیثیں صحیح ہوں تو مجھے بتلا دیا کرو میں اسی کو اختیار کروں گا۔

غیر معمولی حافظہ کا نتیجہ تھا کہ آپ کو دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں، اس وسعت علم اور کثرت حفظ کے باوجود امام شافعی کی شخصیت سے متأثر تھے اور کہتے تھے "مارأت عینای مثله" میری آنکھوں نے ان جیسا نہیں دیکھا، انھوں نے امام شافعی سے اجتہاد کے اصول سیکھے اور اس کا ملکہ اخذ کیا اور بالآخر وہ اس امت کے نامور مجتہدین میں ہوئے، ان کی فقہ ابھی تک عالم اسلام میں زندہ ہے، امام شافعی بھی ان کے بڑے معترف اور قدرداں تھے، اس عظمت وقدردانی کا اندازہ اس سے لگائیے کہ امام شافعی نے بغداد سے جاتے ہوئے فرمایا:

"خرجت من بغداد وما خلفت بها اتقى ولا افقه من احمد بن حنبل" میں بغداد چھوڑ کر جا رہا ہوں اس حال میں کہ وہاں احمد بن حنبل سے بڑھ کر نہ کوئی متقی ہے نہ کوئی فقیہ۔

کمال اتباع سنت کا یہ حال تھا کہ سن نبوت چالیس سال کی عمر میں علوم نبوت کی اشاعت کی اور مسند حدیث سنبھالی اور حدیث کا درس دینا شروع کیا، آپ کے درس حدیث میں سامعین وطالبین کا ایسا ازدحام ہوتا کہ ان کی تعداد پانچ پانچ ہزار ہوتی جن میں پانچ پانچ سو صرف لکھنے والے ہوتے تھے، مجلس درس اس کے باوجود بڑی سنجیدہ اور باوقار ہوتی تھی۔

زہد وتقوی میں طاق اور تواضع ومسکنت میں اپنی مثال آپ تھے، استغناء وبے نیازی کی یہ شان تھی کہ کبھی سلاطین زمانہ اور خلفاء کا عطیہ قبول نہیں فرمایا، مامون، معتصم اور واثق کے دور کی آزمائش یہ تھی کہ یہ ان کے درپے آزار تھے اور متوکل کے دور کی آزمائش یہ تھی کہ وہ امام موصوف کا نہایت عقیدت مند اور قدرداں تھا، تواضع وانکساری اس حد تک تھی کہ مسئلہ خلق قرآن میں ثابت قدمی کی وجہ سے جب تمام عالم اسلام میں ان کی شہرت اور ہر طرف تعریف ودعا کا غلغلہ تھا، وہ برابر خائف رہتے اور اپنی طرف سے مطمئن نہ تھے۔

آپ کے لیے یہی فخر وسعادت کیا کچھ کم تھی کہ امام بخاری ومسلم اور امام ابو داؤد جیسے محدثین عظام اور علم حدیث کے درخشاں ستارے آپ کے تلامذہ میں ہیں، اس پر مستزاد آپ کے عہد کا سب سے بڑا

فتنۂ خلق قرآن اوراس فتنہ میں آپ کا سب سے اہم کارنامہ استقامت اور حق پر ثابت قدمی ہے، اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ حضرت علی بن مدینی جومشہور محدث اورامام بخاری کے مایۂ ناز استاد ہیں جنھوں نے بچشم خوداس فتنہ کی عالم آشوبی دیکھی تھی، فرماتے ہیں:

"ان اللّٰہ أعز هذا الدين برجلين ليس لهماثالث أبو بكر الصديق يوم الردة وأحمد بن حنبل يوم المحنة" اللہ تعالی نے اس دین کے غلبہ وحفاظت کا کام دوشخصوں سے لیا، جن کا تیسرا ہمسر نظر نہیں آتا، ارتداد کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیق اور فتنۂ خلق قرآن کے سلسلہ میں امام احمد بن حنبل۔

اس فتنۂ خلق کی مختصر داستاں کچھ یوں ہے کہ جب معتزلہ نے عقیدۂ خلق قرآن کو کفروایمان کا معیار بنادیا، اتفاقاً مذہب اعتزال کو حکومت وقت کی سرپرستی حاصل ہوگئی تھی، مامون اس مسئلہ کا پرجوش داعی اور مبلغ بن گیا، ۲۱۸ھ میں مامون نے والیٔ بغداد اسحق بن ابراہیم کے نام مفصل فرمان بھیجا، جس کی نقلیں تمام اسلامی صوبوں کو بھیجی گئیں، جس میں عام مسلمانوں خاص طور سے محدثین کی جواس عقیدہ کوقرآن مجید کی عظمت کے منافی سمجھتے تھے، سخت مذمت کی اور حقارت آمیز تنقید کی اور انہیں شرارامت قرار دیا، اس فرمان شاہی کی تعمیل میں اسحق نے مشاہیر علماء کو جمع کر کے ان سے گفتگو کی اوران کے جوابات کو بادشاہ کے پاس لکھ بھیجا، مامون اس محضر کو پڑھ کر سخت غصہ ہوا، ان میں سے دو کے قتل کا حکم دیا اور لکھا کہ بقیہ میں سے جس کواپنی رائے پر اصرار ہو، ان کواس کے پاس بھیج دیا جائے، چنانچہ علماء کو ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں مامون کے پاس روانہ کردیا گیا، جب یہ لوگ مقام رقہ پہنچے تو مامون کے انتقال کی خبر ملی، اس کا جانشین معتصم اس کی وصیت کے مطابق قرآن کے بارے میں اس کے مسلک اورعقیدہ پر قائم رہا اوراس کی وصیت پر پورا پوراعمل کیا۔

قصہ مختصر یہ کہ حکومت وقت کے مقابلے کی تنہا ذمہ داری بالآخر امام احمد کے اوپر تھی جو گروہ محدثین کے امام اورسنت وشریعت کے اس وقت امین تھے، امام صاحب کورقہ سے بغداد لایا گیااور تین دن تک اس مسئلہ پر مناظرہ کیا گیا، اور ہر طرح ڈرایا دھمکایا گیا، اس کے بعد امام صاحب کو معتصم کے سامنے پیش کیا گیا اورانکار واصرار پر ۲۸ رکوڑے لگائے گئے، ایک تازہ دم جلاد صرف دوکوڑے لگاتا، پھر دوسرا جلاد بلایا جاتا، امام موصوف فرماتے:" أعطوني شيئاً من كتاب الله و سنة رسوله حتى أقول به" میرے سامنے اللہ کی کتاب یااس کے رسول کی سنت میں سے کوئی دلیل پیش کروتا کہ میں اس کو مان لوں۔

امام بخاری فرماتے ہیں کہ میں نے سنا کہ امام احمد کوایسے کوڑے لگائے گئے کہ اگرایک کوڑا ہاتھی کو لگتا تو چیخ مار کر بھاگتا۔

امام احمد کی بے نظیر ثابت قدمی اوراستقامت سے یہ مسئلہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا اورامت اسلامیہ ایک بہت بڑے دینی خطرے سے محفوظ ہوگئی، ان کی عالمگیر مقبولیت ومحبوبیت اورعظمت وامامت کا اصل راز دین کی حفاظت کے لیے اپنے وقت کی سب سے بڑی بادشاہت کا تنہا مقابلہ ہے اور ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ صبر وہمت اور استقامت وعزیمت ان کے قبیلہ شیبان کی تاریخی خصائص میں سے تھا اورخود امام موصوف ان شیدائیان حق اور پرستاران صدق میں سے تھے جن کی زبان حق کہتی اور سچ بولتی ہے اوراللہ کے علاوہ کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہیں کرتی اور نہ کسی ظالم اور جابر بادشاہ کی کوئی رورعایت کرتی ہے، علامہ اقبال علیہ الرحم نے انھیں مردان حق اوررجال کار کے بارے میں کہا ہے اور کیا ہی خوب کہا ہے۔

آئین جواں مرداں حق گوئی وبے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

یقیناً امام موصوف کی یہ قربانی اوراستقامت ان کی بہت بڑی کرامت اورمعجزہ ہے جو ہمیشہ زندہ رہے گی اورتاریخ کے اوراق میں اس کے نقوش قائم اور باقی رہیں گے، قیامت تک آنے والی نسلوں کے لیے اس میں عبرت اورسبق کا سامان رہے گا۔

❁❁❁❁

جائزہ

غیر مسلم ممالک میں عدالت کے ذریعہ طلاق

مولانا عبید اللہ ندوی نیپالی، مدرسہ فلاح المسلمین رائے بریلی

طلاق اسلام کی نظر میں:

اسلام کی نظر میں شادی ایک مضبوط اور مستحکم بندھن ہے اور اس بندھن کی بنیاد باہمی الفت ومحبت پر ہونی چاہئے تاکہ زوجین ایک دوسرے کے تعاون سے پرسکون زندگی گزار سکیں، یہ وہ مضبوط رشتہ ہے جو دو خاندانوں کی مستقل دوڑ بھاگ، گفت وشنید اور نہ جانے کن کن مرحلوں کے بعد وجود میں آتا ہے، ظاہر ہے کہ اس قدر مضبوط رشتہ کو توڑ دینا نہ کوئی قابل تعریف بات ہے، نہ ہی اتنی آسان کہ جب جی چاہا اسے ختم کر دیا، نہ تو شوہر کو حق حاصل ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں کی بنیاد پر اس رشتہ کو ختم کر دے، نہ ہی بیوی کو اس کا حق دیا گیا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "انما الطلاق عن وطر" طلاق ناگزیر حالات میں دی جاتی ہے، اور بلاوجہ طلاق دینا گناہ بتایا گیا ہے، چنانچہ شارع علیہ السلام نے فرمایا ہے: "أبغض الحلال الی اللّٰہ الطلاق" یعنی جن چیزوں کی اشد ضرورت کے وقت اجازت دی گئی ہے ان میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ شئی طلاق ہے ۔(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۳۱۲)

اسلامی شریعت نے طلاق کا حق مرد کو ضرور دیا ہے لیکن اس کے استعمال کی پوری آزادی نہیں دی ہے، اس حق کو استعمال کرنے سے پہلے مندرجہ ذیل چند شرائط کو بتدریج پورا کرنا لازم ہے۔

(۱) اللہ تعالی نے شوہر کو اس بات کی ترغیب دی ہے کہ ناپسندیدگی کے باوجود اپنی بیوی کو طلاق نہ دے بلکہ اس پر راضی رہنے کی کوشش کرے، چنانچہ فرمان باری ہے "فإن کرھتموھن فعسی أن تکرھوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا" اگر تم انھیں ناپسند کرو تو عین ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالی اس میں تمہارے لیے بھلائی رکھ دے۔

(۲) نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو اس بات کی ترغیب دی ہے کہ بیوی کی برائیوں پر نہیں اس کی اچھائیوں پر نظر رکھے "لایفرك مؤمن مؤمنة إن سخط منها خلقا رضی منها آخر" مومن مرد اپنی مومن بیوی سے نفرت نہ کرے، اگر اس کی کوئی عادت ناگوار گزرتی ہو تو اس کے اندر دوسری عادتیں ہیں جو اسے اچھی لگتی ہوں گی۔

اور عورت کے تعلق سے ارشاد فرمایا "أیما امراة سألت زوجها طلاقا فی غیر بأس به فحرام علیها رائحة الجنة" جو عورت اپنے شوہر سے بلاوجہ اور بے محل طلاق چاہے گی تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

(۳) غرضیکہ شریعت کا حکم یہ ہے کہ طلاق دینے سے پہلے اس رشتہ کو ٹوٹنے سے بچانے کے لیے ہر ممکن ذریعہ اختیار کیا جائے، جب تمام تدبیریں ناکام ہو جائیں اور تمام راستے بند ہو جائیں تب طلاق کے بارے میں سوچا جائے، چنانچہ ایک شرعی چارۂ کار اور تدبیر جس کا ذکر اس آیت میں ہے: "والّتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن فإن أطعنکم فلاتبغوا علیھن سبیلاً" تمھیں اپنی جن بیویوں کی نافرمانی سے تکلیف پہنچی یا جن کی گستاخی سے دوچار ہوئے انہیں (پہلے زبانی) سمجھاؤ اور (اگر اس طرح سے باز نہ آئیں تو یہ سزا دو کہ) ان سے ہمبستری چھوڑ دو اور

(کچھ مدت کے لیے ترک تعلق کرلو اگر ان پر اس کا بھی اثر نہ ہوتو ان پر ہلکی سی) مار لگاؤ (پر ایسا نہیں کہ جس کا نشان باقی رہے یا ہڈی وغیرہ ٹوٹے) پھر اگر وہ (راہ راست پر آجائیں) اطاعت شعار بن جائیں، تو اب ان کے خلاف کوئی اقدام نہ کرو، یقیناً اللہ تعالی برتر اور بڑا ہے (اگر تم انہیں بلا وجہ ستاؤ گے تو وہ تمہیں سزا دے گا)۔

دوسرا شرعی چارۂ کار یہ ہے کہ خود باہم کسی خاص مراعات کی بنیاد پر میل ملاپ اور صلح صفائی کرلیں، قرآن میں اس کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے"وإن امرأة خافت من بعلها نشوزا أو إعراضا فلا جناح عليهما أن يصلحا بينهما صلحا والصلح خير" اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی طرف سے زیادتی اور بے رغبتی کا خوف ہوتو دونوں میاں بیوی کو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ آپس میں (کسی خاص مراعات پر) صلح کرلیں اور یہ صلح بہت بہتر ہے، مذکورہ بالا طریقوں سے بھی اگر حالات میں سدھار نہ ہو اور صورت حال ایسی ہو کہ خود سے معاملہ کو سلجھا نہ سکیں تو قرآن نے ایک چارۂ کار یہ بھی بتایا ہے کہ فریقین کی طرف سے ایک ایک شخص حکم ہو اور وہ ان کے اندر موافقت اور مصالحت کی راہ نکالیں، طلاق سے اس وقت بھی روکا گیا ہے" وإن خفتم شقاق بينهما فابعثوا حكماً من أهله وحكما من أهلها إن يريدا اصلاحاً يوفق الله بينهما إن الله كان عليماً خبيراً" اگر تم لوگوں (میاں بیوی) میں جھگڑے کا خوف ہوتو ایک منصف شخص مرد کے خاندان سے اور ایک منصف شخص عورت کے خاندان سے منتخب کر کے بھیجو، اگر یہ دونوں شخص اصلاح کا ارادہ کریں گے تو اللہ ان دونوں کے درمیان موافقت کی راہ پیدا کردے گا، بے شک اللہ سب کو جانتا ہے اور معاملہ سے باخبر ہے۔

مگر چونکہ انسان خیر وشر دونوں کا مجموعہ ہے اس لیے زوجین میں سے ہر ایک کا میلان کبھی شر کی طرف اتنی بری طرح ہو جاتا ہے کہ وہ دونوں خداوندی حدود کے توڑنے میں بیباک ہو جاتے ہیں، چنانچہ کبھی مرد اپنی رفیقۂ حیات کی زندگی کو اجیرن بنا دیتا ہے اور اس کو ایسے مخمصہ اور کشمکش حیات میں مبتلا کردیتا ہے کہ اس کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہتا ہے، یا تو بدکردار شوہر کے ساتھ گھٹ گھٹ کر مظلومیت کی زندگی گزارے اور اپنے کو ظالم شوہر کے مظالم اور بے توجہی کی مشق بنتی رہے اور باوجود اس کے کہ اس کی حق تلفی ہوتی ہو، گزارہ کا کوئی سامان نہ ہو، عزت وآبرو خطرہ میں ہو، وہ اپنے کو ظالم شوہر کے ازدواجی بندھن میں بندھا ہوا رکھے یا ازدواجی بندھن کو توڑ دے اور ظالم شوہر کے ظلم وستم سے اپنے کو جدا کرلے اور اپنی عزت وآبرو اور عصمت کو خطرہ سے بچالے، اسی طرح کبھی عورت (بیوی) انتہائی بدخو، بدچلن، بدمزاج، بدزبان، بداخلاق، نافرمان اور گستاخ نکل جاتی ہے کہ شوہر کی گھریلو زندگی کی خوشگواری اور سازگاری، منافرت اور منازعت سے بدل جاتی ہے اور گھر کا گوشۂ عافیت او رنمونۂ جنت کے بجائے جہنم کدہ بن جاتا ہے، تو ایسی حالت میں جب کہ میاں بیوی دونوں کی زندگی ناخوشگوار اور ناقابل برداشت ہوجائے اور باہم مل جل کر رہنا اور دونوں کے لیے اتحاد واتفاق اور مؤدت ورحمت کی زندگی گزارنا ناممکن ہوجائے اور وہ اہم مقصد فوت ہوجائے جو قرآن نے اس آیت "خلق لكم من أنفسكم أزواجا لتسكنوا إليها وجعل بينكم مودة ورحمة" میں بیان کیا ہے، تو دینی حدود کے اندر رہ کر مرد کو بھی حق حاصل ہے کہ طلاق کے ذریعہ ازدواجی تعلق کو ختم کردے اور عورت کو بھی حق حاصل ہے کہ بذریعہ خلع یا بذریعہ تفریق اور فسخ نکاح ازدواجی تعلق کو ختم کردے۔

عدالت کے ذریعہ طلاق:

جہاں تک غیر مسلم ممالک میں عدالت کے ذریعہ طلاق کا تعلق ہے تو یہ بات طے شدہ ہے کہ شریعت اسلامیہ نے رشتۂ نکاح کو ختم کرنے کا حق (طلاق کی شکل میں) صرف شوہر کو ہی دیا ہے، شوہر کے ماسوا کسی دوسرے کو یہ حق شوہر کی طرف سے اس کی نیابت میں ہی حاصل ہوتا ہے، یہ نیابت کبھی وکیل کی ہوتی ہے اور کبھی حاکم کو حاصل ہوتی ہے اور اس صورت میں وکیل یا حاکم کی طرف سے رشتۂ نکاح کو ختم کیا

جاتا ہے۔

البتہ حاکم کی طرف سے علیحدگی کے فیصلہ میں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ شوہر موجود نہیں ہوتا یا شوہر راضی نہیں ہوتا، پھر بھی حاکم ایسے فیصلے پر مجبور ہوتا ہے، حاکم اگر مسلمان ہے خواہ قاضی شرعی ہو یا امیر تو اس کے فیصلے کا شرعاً اعتبار متفق علیہ ہے، اس لیے کہ شریعت نے اس کو عامۃ المسلمین کے معاملات کے حق میں ولایت عامہ دی ہے، اس وجہ سے اس قسم کے فیصلے نافذ بھی ہوتے ہیں، لیکن حاکم کے غیر مسلم ہونے کی صورت میں اس کے فیصلہ کا اعتبار مندرجہ ذیل وجوہات کی بنیاد پر معتبر نہیں ہوگا۔

قرآن مجید کی نص قطعی کی بنا پر مسلمانوں کا کافر حاکم اور کافر عدالت کے سامنے اپنے دینی مقدمات کو فیصلہ کے لیے ازخود لے جانا شرعاً ممنوع ہے، اللہ کا ارشاد ہے "ألم تر إلى الذين يزعمون أنهم آمنوا بما أنزل إليك وما أنزل من قبلك يريدون أن يتحاكموا إلى الطاغوت وقد أمروا أن يكفروا به ويريد الشيطان أن يضلهم ضلالا بعيدا" کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعوی کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نازل کی گئی اور اس کتاب پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئی، اپنے مقدمات شیطان کے پاس لے جانا چاہتے ہیں، حالانکہ ان کو یہ حکم ہوا کہ اس کو نہ مانیں اور شیطان ان کو بھٹکا کر بہت دور لے جانا چاہتا ہے۔

اس آیت کا صریح مقتضی یہ ہے کہ مسلمانوں کے لیے اپنے مقدمات کو غیر مسلم حاکم کے پاس یا غیر مسلم عدالت میں لے جانا سراسر ضلالت ہے، معصیت ہے اور ایسا گناہ ہے جس سے ان کو روکا اور منع کیا گیا ہے۔

اسلام نے مسلمانوں کو مکمل دستور حیات اور مکمل قانون دیا ہے جس کا سرچشمہ کتاب وسنت ہے، لہٰذا اس معاملہ میں جس کی بنیاد کتاب وسنت کے نصوص پر ہوتی ہے غیر مسلم کے فیصلہ کو اس لیے ناجائز ٹھہرایا گیا ہے کہ وہ اسلامی قانون اور کتاب وسنت کے نصوص کی روح سے ناواقف ہوتا ہے اور اس کو اس کی واقفیت نہیں ہوتی کہ اسلام نے مسلمانوں کو جن قوانین کے ساتھ وابستہ کیا ہے اس میں کیا افادیت وحکمت ملحوظ ہے۔

۳-مسلمان اپنے اسلامی مزاج کے اعتبار سے ساری دنیا والوں کے مقدمات کا (اگر وہ ان سے فیصلہ کرانا چاہیں تو) عدل وقسط کے ساتھ فیصلہ کرسکتا ہے، لیکن وہ خود اپنے مقدمات میں ان کو حکم نہیں بنا سکتا، کیونکہ وہ اس پر مامور ہے کہ کافر کو حکم نہ بنائے، اس لیے کہ عادلانہ فیصلہ کے لیے عادلانہ قانون ضروری ہے اور عادلانہ قانون صرف اور صرف ''وحی الٰہی'' ہی ہے، چاہے وہ وحی متلو ہو یا غیر متلو، یا وہ آئین ہے جس کی بنیاد وحی الٰہی پر ہو "ومن لم يحكم بماأنزل الله فأولئك هم الكافرون، هم الظالمون، هم الفاسقون"۔

۴-فقہ کی کتابوں میں جہاں فقہاء نے قضا اور قضاۃ کا تذکرہ کیا ہے وہاں قاضی کی اہلیت وصلاحیت کے متعلق حسب ذیل اوصاف ذکر کئے ہیں۔

عقل، بلوغ، اسلام، حریت، بصر، سمع اور نطق کی سلامتی، محدود فی القذف نہ ہونا، علم فہم مسائل میں خصوصی سمجھ، عدالت۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ فقہ کا یہ مسئلہ ہے "وأهله أهل الشهادة وشرط أهليتها شرط أهليته" جو لوگ شہادت کے اہل ہیں، وہ قضا کے اہل ہیں، اور شہادت کی اہلیت کے لیے جو شرط ہے وہی قضا کی اہلیت کے لیے شرط ہے، شہادت کی اہلیت کے لیے کیا شرط ہے، علامہ شامی نے "اهله أهل الشهادة" کے تحت بحر کے حوالہ سے لکھا ہے "وحاصله أن شروط الشهادة من الإسلام والعقل والبلوغ والحرية وعدم العمى والحد فى القذف، شروط لصحة توليته ولصحته حكمه بعدها" حاصل یہ ہے کہ شہادت کے شرائط، اسلام، عقل، بلوغ، حریت، اندھا نہ ہونا اور محدود فی القذف نہ ہونا ہے، اور قضاء کے عہدہ پر کسی شخص کے تقرر کی صحت کے لیے اور تولیت کے بعد

اس کے حکم کے صحیح ہونے کے لیے یہی شرطیں ہیں۔

مذکورہ بالاعبارت کے بعد علامہ شامی نے لکھا ہے "مقتضاه أن تقليد الكافر لا يصح وإن أسلم" اس کا مقتضی یہ ہے کہ کافر کو قاضی بنانا صحیح نہیں ہوگا کیونکہ اہلیت قضا کے لیے 'اسلام' شرط ہے، ایک جگہ علامہ شامی نے بحر کے حوالہ سے لکھا ہے "قال في البحر: وبه علم أن تقليد الكافر صحيح وإن لم يصح قضاءه على المسلم حال كفره" کہ کافر کو قاضی بنانا اگرچہ صحیح ہے لیکن بحالت کفر مسلمانوں کے خلاف اس کا فیصلہ درست نہیں ہے۔

(۵) معین الحکام میں ہے "فحقيقة القضاء الإخبار عن حكم شرعي على سبيل الإلزام" قضا کی حقیقت بطور الزام کے حکم شرعی کی خبر دینا ہے، لہٰذا جب حاکم یا قاضی یا غیر مسلم عدالت کا جج خود شرعی احکام سے ناواقف ہوگا تو خبر کیسے دے گا۔

(۶) "ولن يجعل الله للكافرين على المومنين سبيلاً" اللہ نے کافروں کو مومنوں پر کوئی اختیار نہیں دیا ہے، اس آیت کا مقتضی بھی یہی ہے کہ ان کا کیا ہوا فیصلہ بھی معتبر نہیں ہوگا۔

(۷) علامہ ابن الہمام نے احناف کی رائے ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حکومت کو طلاق وغیرہ دینے کا کوئی اختیار نہیں، جب مسلمان حکومت کو اختیار نہیں تو غیر مسلم حکومت اور عدالت کو بدرجہ اولی اختیار نہیں ہوگا، لہٰذا ان کی طرف سے کئے جانے والے فیصلے بھی شرعاً معتبر نہیں ہوں گے۔

(۸) قرآن مجید کی آیت "فابعثوا حكما الخ" کے پیش نظر امام شافعی، امام مالک، امام احمد اور دیگر ائمہ رحمہم اللہ نے زوجین کے درمیان اختلاف کی صورت میں انھیں کے گھرانے میں سے حکم کا تقرر پسند کیا ہے، بلکہ امام مالک نے تو اسے شرط قرار دیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ عدالت کا فیصلہ اور حکم معتبر نہیں ہے، خاص طور سے جب کہ عدالت غیر مسلم اور قاضی حکم اور جج بھی غیر مسلم ہوں۔

(۹) قرآن میں طلاق کے احکام جہاں بھی آتے ہیں وہیں یہ تصریحات بھی آئی ہیں کہ خدا و آخرت پر ایمان کا تقاضہ ہے کہ احکام کی بجا آوری کی جائے اور ایمان کے ساتھ اس کا ذکر کر کے بتلا دیا گیا ہے کہ اس کا تعلق صراحۃ دین و مذہب سے ہے نہ کہ عدالت سے۔

(۱۰) مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فتاوی رحیمیہ میں لکھا ہے کہ غیر مسلم جج کا فیصلہ شرعاً معتبر نہیں، مفتی صاحب نے یہ بات ہندوستان کے تعلق سے کہی ہے لیکن چونکہ ہندوستان اور مغربی ممالک میں قدر مشترک یہ ہے کہ ہندوستان کی طرح وہاں بھی حکومت واقتدار غیروں کے ہاتھ میں ہے، عدالتوں کے جج اور قضاۃ بھی عموماً غیر مسلم ہی ہیں، اس لیے ان ممالک میں بھی ان کا فیصلہ شرعاً معتبر نہ ہوگا۔

مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستان کی طرح مغربی ممالک میں بھی جج اور حاکم کا فیصلہ معتبر نہیں ہوگا، لہٰذا ان ممالک (جہاں اقتدار مسلمانوں کے ہاتھوں میں نہیں ہے) میں مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ کسی کو اپنا امیر منتخب کریں اور کسی قاضی کا تقرر کریں تا کہ مسلمان اپنے معاملات شرعی پنچایت یا دارالقضاء میں لائیں اور مسلمانوں میں اس کی طرف رجوع کرنے کی فکر اور رغبت پیدا کرنے کی کوشش بھی کی جائے، علامہ شامی نے علامہ ابن ہمام کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے "وفي الفتح اذا لم يكن سلطان ولا من يجوز التقلد منه كما هو في بعض بلاد المسلمين غلب عليهم الكفار كقرطبة الآن، يجب على المسلمين ان يتفقوا على واحد منهم يجعلونه واليا فيولى قاضيا أو يكون هو الذي يقضي بينه" فتح القدیر میں ہے کہ کسی ملک میں اگر کوئی مسلم سلطان نہ ہو اور کوئی ایسا حاکم ہو جس کی طرف سے قاضی کا تقرر درست ہو جیسا کہ آج بعض مسلم ممالک مثلاً قرطبہ وغیرہ کا حال ہے جہاں غیر مسلموں کا غلبہ واقتدار ہے، ایسے حالات میں مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے میں سے کسی شخص کو اپنے اتفاق ورضا مندی سے اپنا والی مقرر کرلیں جو ان کے لیے قاضی مقرر کرے یا خود وہ والی ہی ان کے

مقدمات کا فیصلہ کیا کرے۔

رہا یہ مسئلہ کہ غیر مسلم عدالتیں اور حکام کس حد تک مسلمانوں کے معاملات کا فیصلہ کر سکتے ہیں یا کس حد تک ان کے فیصلوں کا اعتبار مسلمان کر سکتے ہیں، تو اس سلسلہ میں تحقیقی بات یہ ہے کہ مسلمان کو تو اسی کا حکم ہے کہ وہ اپنے تمام معاملات میں قرآن وحدیث کی طرف رجوع کریں، چنانچہ مفتی محمد شفیع صاحب عثمانی سورۂ نساء آیت "فلا وربك ......ویسلموا تسلیما" کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ آیت صرف معاملات اور حقوق کے ساتھ متعلق نہیں بلکہ عقائد اور نظریات اور دوسرے نظری مسائل کو بھی حاوی ہے، اس لیے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ جب بھی کسی مسئلہ میں باہم اختلاف کی نوبت آئے تو باہم جھگڑتے رہنے کے بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور آپ کے بعد آپ کی شریعت کی طرف رجوع کر کے مسئلہ کا حق تلاش کرے، تاہم پھر بھی اگر مسلمان اپنے تمام معاملات میں کسی خاص سبب یا حالات کی وجہ سے اگر شریعت کی طرف رجوع نہیں کر سکتے تو ان کے احوال شخصیہ یعنی پرسنل لاء میں مثلاً نکاح، طلاق، وراثت، وصیت، اوقاف، شفعہ اور حقوق عائلہ وغیرہ، جس کے لیے اللہ نے اپنی کتاب قرآن میں احکام اور قوانین نازل فرمائے ہیں اور ان کی تشریح وتفصیل اس کے رسول نے بیان فرمائی ہے، میں غیر مسلم عدالتیں اور حکام فیصلہ نہیں کر سکتے اور نہ ہی مسلمانوں کو ان کے فیصلوں کا اعتبار کرنا چاہئے۔

❁❁❁❁❁

﴿بقیہ پچھلے صفحہ ۲۸/ کا﴾ آکٹوپس Octopus (سیپ کی قسم کا کیڑا جس کے منہ پر آٹھ ڈنک ہوتے ہیں)۔

اسکڈ Squid (یہ ایک قسم کی مچھلی ہے جس کو بعض جانور کے لیے چارے کے طور پر دی جاتی ہے)۔

ٹارپیڈو مچھلی Torpedofish (یہ وہ مچھلی ہے جو اپنی برقی قوت سے شکار کو بے حس کر کے مار دیتی ہے) وغیرہ کے تفصیلات درج ہیں۔

(۴) درخت یا جانور کے بقیہ آثار یعنی فاسل کے متعلق تفصیلات درج کئے گئے ہیں۔

۱۱۳۶ء میں الغرناتی جب کہ وہ بلگھر میں تھے، انہیں معلوم ہوا کہ وہاں کے باشندے مردہ ہاتھیوں سے حاصل کئے گئے دانتوں کی تجارت کیا کرتے تھے، اور وہ ان دانتوں کو خوارزم برآمد کیا کرتے تھے۔

الغرناتی دمشق میں ۱۱۶۹ء میں وفات پائی اور اپنے پیچھے "المعرب" اور "تحفہ" چھوڑ گئے جو یورپی دنیا میں بہت ہی مشہور ہیں۔

❁❁❁❁❁

کھانے میں برکت

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زینب بنت جحشؓ سے نکاح کیا تو ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کھانا تیار کر کے مجھے دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دو اور میری طرف سے سلام عرض کرنے کے بعد کہنا کہ تھوڑا سا کھانا ہے جو رسول اللہ صلی الہ علیہ وسلم نے اس کو گھر کے ایک کونے میں رکھوا دیا اور مجھے بھیجا کہ میں صحابہ کرام کو بلا کر لاؤں، وہ غریبی کا زمانہ تھا، تقریباً تین سو لوگ آ گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس دس افراد کو گھر میں بلاتے اور کھانا کھلاتے یہاں تک کہ سب پیٹ بھر کر کھا چکے، جب میں نے اس کھانے کے برتن کو دیکھا تو میں نہیں سمجھ سکا کہ جس وقت میں کھانے کا برتن لایا تھا اس وقت اس میں کھانا زیادہ تھا یا اب زیادہ۔

گزارش

ماہنامہ نقوش اسلام ایک دینی، دعوتی، تاریخی، معلوماتی، ادبی اور اصلاحی رسالہ ہے، اسے خود بھی پڑھیے اور اپنے زیادہ سے زیادہ احباب کو بھی اس کے پڑھنے کی ترغیب دیجئے، اس کی سال بھر کی ممبری فیس صرف ۱۰۰/روپیہ ہے۔

فکر عقبیٰ

موت کی یاد اور آخرت کی فکر

ظاہری و باطنی بدترین حالات کا علاج

ابوحمزہ وستانوی استاذ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا

اللہ رب العزت نے جب یہ رنگ برنگی دلکش اور ضروریات کے حل سے لبریز کائنات کو وجود بخشا اور اس میں تمام اشیاء ضروریہ کو پیدا کر دیا، تب حضرت انسان کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا اور اپنے اس ارادہ کا اظہار اپنی مقرب ترین مخلوق حضرات ملائکہ کے سامنے کیا، جس کی تفصیل قرآن کے پہلے پارے کے چوتھے رکوع کی ابتدائی آیات میں موجود ہے، تو ملائکہ نے برجستہ کہا کہ زمین میں ایسی مخلوق پیدا فرمائیں گے جو فساد مچائے گی! اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کرے گی! اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ملائکہ نے کس بنیاد پر یہ بات کہی تھی کیا وہ علم غیب جانتے تھے؟ یا کسی نے ان کو مطلع کیا تھا؟ یا انہوں نے کہیں پڑھ لیا تھا؟ یا کسی ماضی کی مخلوق پر قیاس کیا تھا؟

ہمارے مفسرین نے اس معمہ کو حل کرنے کی حتی المقدور سعی کی ہے صاحب تفسیر مظہری تحریر فرماتے ہیں بعض روایات سے ثابت ہے کہ خود اللہ نے فرشتوں کو یہ علم دیا تھا کہ اولاد آدم ایسے ایسے کارنامے انجام دے گی، بعض روایات سے ثابت ہے کہ انسان سے پہلے جنات آباد تھے، انہوں نے فساد مچایا تو فرشتوں نے ان پر اس نئی مخلوق کو قیاس کیا۔

بہر حال حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے بعد کچھ مدت تک تو بنو آدم سکون و اطمنان سے زندگی بسر کرتے رہے مگر پھر حالات آہستہ آہستہ بدلنے لگے، پہلے باطنی کیفیت اثر انداز ہونے لگی اور پھر آہستہ آہستہ ظاہری حالات بھی ابتر ہونے لگے اور اس وقت تو ظاہر و باطن دونوں ہی انتہائی ہولناک حالات کے شکار ہو چکے ہیں، ان حالات میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیوں یہ صورت حال ہے، اور اس سے نجات کا کوئی راستہ ہے یا نہیں؟ تو آیئے ہم قرآن وحدیث کی روشنی میں دونوں کا حل تلاش کرتے ہیں۔

یہ بات پیش نظر رہے کہ دنیا میں ہر چیز دو امور سے متصف ہوتی ہے: ایک ظاہر اور دوسرا باطن، جیسے انسان ہی کو لے لو، ایک اس کا ظاہر یعنی بدن اور جسم اور دوسرا اس کا باطن یعنی روح اور نفس دونوں ایک دوسرے سے باہم مربوط ہوتے ہیں، ایک پر کسی چیز کا اثر انداز ہونا لازمی طور پر دوسرے پر بھی اس کا اثر ظاہر ہوگا، دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم ملزوم ہے، بدن بغیر روح کے بیکار ہے اور روح بغیر بدن کے بیکار۔

مگر یہ بات پیش نظر رہے کہ انسان میں اور دوسری مخلوقات میں فرق یہ ہے کہ دوسری مخلوق کو تو صرف ظاہر کی فکر کرنا ہے، مثلاً گائے، بھینس، بکری وغیرہ کہ صرف کھانے پینے اور رہنے سہنے تک ان کو فکر مند رہنا پڑتا ہے، مگر انسان ظاہر کی فکر کے ساتھ ساتھ باطن کی فکر کا بھی مکلّف ہے، بلکہ ظاہر سے زیادہ باطن کی فکر اس کے لئے ضروری ہے، مگر اب حالات بدل چکے ہیں، لوگوں نے باطن کو چھوڑ کر صرف ظاہر کی فکر اور اسی پر اپنی محنت کو مرکوز کر دیا ہے، حالاں کہ وہ اس طرح اپنے مقصد تخلیق اور مقصد حیات سے کوسوں دور ہو چکے ہیں اور منزلِ حقیقی کو بھی فراموش کر چکے ہیں، اور اس کی اصل وجہ دین سے دوری ہے، جس کے نتیجہ میں موت اور مابعد الموت کی ابدی زندگی یعنی آخرت فراموشی

کی بدترین ذہنیت اس لیے کہ آخرت پر ایمان اور مرنے کے بعد دنیوی زندگی کا حساب وکتاب، یہ اسلام کا انقلابی عقیدہ ہے، اسی عقیدے نے صحابہ کی زندگی میں انقلاب برپا کیا، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بھی ابتدائی دور میں آخرت، قیامت وغیرہ سے متعلق ہی زیادہ تر آیات کو نازل کیا جیسا کہ ۲۹ اور ۳۰ ویں پارے میں موجود سورتوں سے واضح ہے، اسی طرح قرآن میں بہ کثرت جنت اور اس کی نعمتوں کا تذکرہ، جہنم اور اس کے مختلف عذاب کے تذکرے، میدان حشر اور اس کے دل سوز مناظر، احادیث مبارکہ میں موت کے وقت قبض روح کی تفصیلات، قبر کا عذاب، قبر کا تذکرہ، یہاں تک کہ قرآن کریم کے عناصر خمسہ اور مضامین خمسہ میں عالم آخرت کو بھی علماء نے شامل کیا، جس کے اردگرد پورا قرآن گھومتا ہے۔

موت کی یاد اور آخرت کی فکر انسان کو برائی سے بچانے اور اعمال صالحہ پر ابھارنے میں بڑا اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

ذکر موت:

موت ہر جاندار کے لیے لازمی ہے، حیات ہے تو موت سے کوئی رستگاری نہیں، موت ایک ایسی شئ ہے کہ دنیا کے ہر فرد بشر نے اس کی حقیقت کا اقرار کیا، آج تک منکر موت پیدا نہیں ہوا اور نہ کبھی پیدا ہوگا؟ کیوں کہ یہ ہر ایک کے علم میں ہے، موت کی حقیقت کو مانو یا نہ مانو، موت تو اپنا پنجہ گاڑ کر رہے گی "کل نفس ذائقة الموت" ہر نفس کو موت کا مزا چکھنا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے: "قل ان الموت الذی تفرون منه فانه ملاقیکم" (سورۂ جمعہ: ۸) آپ کہہ دیجئے کہ جس موت سے تم راہ فرار اختیار کرنا چاہتے ہو تو وہ تم کو دبوچ کر رہے گی۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ دنیا میں بہت سے انسان تو وہ ہوتے ہیں جو موت کو بالکل یاد نہیں کرتے اور بعض لوگ کبھی کبھار یاد کرتے ہیں، اور اگر یاد بھی کرتے ہیں تو ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو دنیا کے پیچھے دیوانے ہو جاتے ہیں اور دنیا ہی کو سب کچھ تصور کر لیتے ہیں اور بعض وہ ہوتے ہیں جو موت کو یاد کرتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے ان میں خوفِ خداوندی اور خشیت الٰہی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، یہ لوگ یا تو گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں یا اگر گناہ ہو جائے تو رو کر اور گڑگڑا کر اللہ سے دعائیں کرتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں کیوں کہ موت کی یاد سے توبہ کی توفیق ہوتی ہے اور خشیت میں اضافہ ہوتا ہے۔

موت کی یاد:

ثابت بنانی فرماتے ہیں "اس شخص کے لئے نیک بختی ہے جو موت کو یاد کرے اس لیے کہ جب بندہ موت کو کثرت سے یاد کرتا ہے تو اس کا اثر اس کے اعمال میں نمودار ہوتا ہے کیوں کہ وہ بدی سے بھاگتا ہے اور نیکی کی طرف لپکتا ہے"۔ (حلیۃ الاولیاء: ۲/۳۲۶)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لذتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کو یاد کرو"۔

ایک اور روایت میں ارشاد فرمایا: "اگر چوپایوں اور گونگے جانوروں کو موت کی حقیقت کا علم ہو جائے تو تمہیں ایک جانور بھی فربہ کھانے کو نہ ملے"۔ (قرطبی)

ایک اور روایت میں ارشاد فرمایا: "موت سے بڑھ کر کوئی واعظ نہیں ہوسکتا"۔ (مجمع الزوائد)

مزید ایک روایت میں ارشاد ہے کہ میں تمہارے درمیان دو واعظ چھوڑ کر جا رہا ہوں: ایک خاموش اور دوسرا ناطق یعنی موت اور قرآن" ۔(احیاء العلوم)

آج ہم نے دونوں کو چھوڑ دیا اسی لیے دنیا میں منہمک ہو گئے، حضرت حسن بصری روایت کرتے ہیں کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ موت کے وقت کی سختی ایک ساتھ تلوار کے تین سو ضرب کے برابر ہے"۔ (مسند احمد)

موت کے وقت کی کڑواہٹ کے بارے میں مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کے مطالبہ پر یافث ابن نوح کی قبر پر جا کر کہا "اے یافث! اللہ کے حکم سے کھڑے ہو جاؤ تو وہ کھڑے ہو گئے

اور کہا کہ موت کے وقت کی کڑواہٹ آج بھی میرے گلے میں محسوس ہورہی اور پیاس بھی، سات سمندر کا پانی پلا دیا جائے تب بھی پیاس نہ بجھے۔ (حوالہ: موت کا جھٹکا)

حدیث پاک میں حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ: "تمتون کما تحیون" اور "تحشرون کما تمون" تم جس طرح زندگی بسر کروگے، اس طرح موت آئے گی اور جس حالت میں موت آئے گی اسی حالت میں اٹھائے جاؤ گے۔

یعنی زندگی میں جس میں زیادہ وقت کھپایا ہوگا اور زیادہ دلچسپی لی ہوگی؛ اسی حالت میں موت آئے گی اور قیامت کے دن بھی اسی حالت میں حشر ہوگا، لہٰذا اپنی زندگی کی اصلاح کی فکر کی ضرورت ہے، اگر گانے سننے میں دلچسپی ہے، گالی دینے میں دلچسپی ہے، فتنہ فساد میں دلچسپی ہے، شراب پینے کی لت ہے، کھیل کود سے شغف ہے، تو اسی حالت میں موت آئے گی اور اگر نماز سے دلچسپی ہے یا قرآن کی تلاوت کا شوق ہے یا وعظ ونصیحت میں دلچسپی ہے، تو اس حالت میں موت آئے گی۔

اگر آپ حسن خاتمہ کے متمنی ہیں تو اپنے اندر یہ اوصاف واطوار پیدا کیجئے:

(۱) اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور تقویٰ، اگر گناہ ہوجائے تو توبہ اور استغفار کیجئے۔

(۲) ایمان پر خاتمہ کے لئے رورو کر الحاء وگریہ زاری کے ساتھ دعا کرتا رہے۔

(۳) اپنے ظاہر وباطن کی اصلاح میں لگا رہے اور نیت میں خلوص پیدا کرے۔

اور اگر آپ سوءِ خاتمہ یعنی برے خاتمہ سے بچنا چاہتے ہیں تو یہ امور اپنا لیجئے:

(۱) عقائد کو درست کیجئے، عقائد کے بگاڑ یا کمزور ہونے کی صورت میں ایمان کے سلب ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔

(۲) دنیا سے محبت نہ کیجئے اور زیادہ دنیوی مشغولیت سے اجتناب کیجئے کیوں کہ اللہ کی اور دنیا کی محبت ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتی۔

(۴) گناہوں سے حتی المقدور اجتناب کیجئے ورنہ گناہ کی وجہ سے ایمان ضائع ہونے کا غالب گمان ہے۔

(۵) دین کے کاموں سے دلچسپی لیجئے اور سستی نہ کیجئے۔

موت کیا ھے؟:

فرمایا: "موت کے معنی فنا کے نہیں ہیں کہ آدمی موت کے آنے کے بعد فنا ہوگیا یا ختم ہوگیا، ایسا نہیں بلکہ موت کے معنی منتقل ہوجانے کے ہیں اس دار سے اس دار میں، اس جہاں سے اس جہاں میں، تو انتقال ایک دار سے دوسرے دار کی طرف، ایک عالم سے دوسرے عالم کی طرف یہ تو ہوتا رہے گا مگر انسان مٹ جائے یہ نہیں ہوسکتا، اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ انسان ازلی تو نہیں لیکن ابدی ضروری ہے"۔

سلسلہ موت وحیات کا مقصد:

فرمایا موت وحیات کیوں دی؟ اس سلسلے کی کیا ضرورت تھی؟ کہ کوئی مر رہا ہے کوئی جی رہا ہے کوئی آرہا ہے کوئی جا رہا ہے کسی کو غم ہے کسی کو خوشی ہے، یہ کیوں کیا" لیبلوکم ایکم احسن عملاً " تاکہ اللہ جان لے کہ تم میں سے کس کا عمل اچھا ہے اور کس کا برا۔

موت میں عدم تعیین کی حکمت:

فرمایا: موت کا وقت کسی کو نہیں بتایا گیا تاکہ پوری زندگی میں موت کی استعداد پیدا کرتا رہے اور آخرت کے لئے سامان کرتا رہے، اگر یہ بتلا دیتے کہ ساٹھ برس کے بعد اتنے بج کر اتنے منٹ موت آئے گی تو اس میں دو خرابیاں تھیں اول تو آدمی کی زندگی اجیرن ہوجاتی اب وہ گن رہا ہے کہ اب موت کے اتنے دن رہ گئے ہیں کھانا پینا سب بے مزہ ہوجاتا اور نظام عالم برباد ہوجاتا، اس لئے موت کا وقت نہیں بتلایا، دوسرے اس لئے موت کا وقت نہیں بتلایا تاکہ عمر کو عبادت میں استعمال کرو ممکن ہے اس وقت موت آجائے اور ممکن ہے دس گھنٹے کے بعد آئے، ایسا نہ ہو کہ میں اس وقت غافل ہوں اور موت آجائے تو غفلت

باقی نہیں رہے گی۔

فکر موت کا طریقہ اور تصور کی کیفیت:

فکر کا طریقہ یہ ہے کہ کسی وقت خلوت میں بیٹھ کر سارے خیالات کو دل سے نکال دو اور قلب کو بالکل خالی کر کے توجہ اور عزم کے ساتھ موت کا دھیان کرو، اول اپنے دوستوں اور اعزہ وا قارب کا تصور کرو جو دنیا سے گذر گئے اور یکے بعد دیگرے ایک ایک کا دھیان کرتے جاؤ کہ یہ صورتیں کہاں چلی گئیں؟ یہ کیسی کیسی امیدیں اپنے ساتھ لے گئے؟ حرص وامل نے ان میں اپنا کتنا زور دکھایا؟ جاہ ومال کی کیا کچھ تمنائیں اور آرزوئیں ان کے دلوں میں رہیں، مگر وہ آج سب خاک میں مل گئے اور منوں مٹی کے نیچے دبے پڑے ہیں کہ کوئی شخص ان کا نام بھی نہیں لیتا، اس کے بعد مرنے والوں کے بدن اور جسم کا دھیان کرو کہ کیسے حسین اور نازک بدن تھے مگر اب پارہ پارہ ہوگئے، گل گئے، پھٹ گئے اور کیڑے مکوڑوں کی غذا بن گئے، اس کے بعد ان کے اعضاء اور جوارح میں سے ایک ایک عضو کا دھیان کرو کہ وہ زبان کیا ہوئی جو کسی وقت چپ ہونا جانتی ہی نہیں تھی؟ وہ ہاتھ کہاں گئے جو حرکت کیا کرتے تھے، دیکھنے والی آنکھیں اور ان کے خوبصورت حلقے کس کیڑے کی خوراک بن گئے؟ غرض اس طرح پر دھیان کرو گے تو سعید بن جاؤ گے، کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''سعید وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے''۔

طول امل سے بچو اور موت کو همیشه پیش نظر رکھو:

افسوس کہ ہم موت جیسی ہولناک چیز سے غافل ہیں، اس زمین پر کہ جس کو ہم پاؤں سے روندرہے ہیں ہم سے پہلے سینکڑوں آئے اور چل دئے مگر ہم سمجھتے ہیں کہ ہمیشہ یہیں رہیں گے، موت کا خطرناک سفر درپیش ہے مگر ہمیں کچھ پرواہ نہیں، اس قدر غفلت طول امل نے پیدا کر رکھی ہے، اگر یہ جہالت رفع ہو تو موت کا دھیان آئے، اسی لئے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو نصیحت فرمائی تھی کہ ''صبح ہو تو شام کا فکر نہ کرو اور شام ہو تو صبح کا خیال نہ لاؤ اور دنیا میں آئے ہو تو زندگی میں موت کا سامان اور تندرستی میں موت کی فکر کرو۔

کیونکہ اے عبداللہ! کیا خبر ہے کل کو تمہارا کیا نام ہوگا یعنی زندہ ہوگا یا مردہ؟ جس شے کے آنے کا کوئی وقت مقرر نہیں اس کی فکر تو ہر وقت ہونی چاہئے، پس اپنی امیدوں پر خاک ڈالو اور آرزوؤں کے بڑھنے نہ دو، خدا جانے گھنٹہ بھر بعد کیا ہوتا ہے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے سو دینار میں دومہینہ کے وعدہ پر ایک کنیز خریدی، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اسامہ کی حالت پر تعجب کرو کہ زندگی کا بھروسہ ایک دن کا بھی نہیں اور دومہینہ کے وعدہ پر کنیز خریدی ہے، یہی طول امل ہے، خدا کی قسم ہے کہ میں نوالہ منہ میں رکھتا ہوں اور یقین نہیں کرتا کہ حلق سے نیچے اترے گا؟ ممکن ہے کہ نوالہ کے کھاتے ہی روح نکل جائے، پھندا لگ جائے اور دم نکل جائے، لوگو! اگر تمہیں عقل ہو تو اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے کہ جو کچھ وعدہ کیا گیا ہے وہ ضرور آنے والا ہے اور جو آنے والا ہے وہ بہت قریب ہے، اگر تم کو جنت میں داخل ہونے کی خواہش ہو تو دنیا کی لاطائل امیدوں کو کم کرو اور موت کو ہر وقت پیش نظر رکھو اور اللہ سے شرماؤ جیسا کہ شرمانے کا حق ہے ان شاءاللہ جنت میں داخل ہوجاؤ گے''۔

مرنے کے بعد پھر کیا ہوتا ہے؟

ہر چیز ختم ہوجاتی ہے..... اہل خانہ کچھ روز روئے پھر بھول گئے..... لوگ قبر میں دفن کر کے واپس آئے اور وہ انکی جوتیوں کی آہٹ سن رہا تھا وہ اکیلا رہا۔

ذرا غور کیجئے اگر بالفرض موت سے زندگی میں واپس ممکن ہوتی تو کیا خواہش ہوتی؟..... سگریٹ؟..... کیبل؟..... گانے؟..... بے پردگی؟ یا اللہ کی فرمانبرداری اور اس کی عبادت وبندگی؟۔

ذرا اپنے جی میں سوچئے کہ قبر میں جب ہم سے ہمارے اعمال کے متعلق سوال ہوگا تو کیا جواب دیں گے، گانے؟..... فلمیں؟..... ناجائز

تعلقات؟.....حرام کمائی؟..... یا نمازیں اور اعمال؟.....نصیحت کے لئے تو موت ہی کافی ہے۔

مراقبۂ موت:

توبرائے بندگی ہے یاد رکھ　　بہر سرافگندگی ہے یاد رکھ
ورنہ پھر شرمندگی ہے یاد رکھ　　چند روزہ زندگی ہے یاد رکھ
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے　　کرلے جوکرنا ہے آخر موت ہے
نفس وشیطاں ہیں خنجر دربغل　　وار ہونے کو ہے،اے غافل سنبھل
آنہ جائے دین وایماں میں خلل　　باز آ، ہاں باز آ ،اے بدعمل
ہورہی ہے عمر مثل برف کم　　چپکے چپکے، رفتہ رفتہ دم بدم
سانس ہے ایک رہرو ملک عدم　　دفعتاً ایک روز جائے گا تھم
آنے والی کس سے ٹالی جائیگی　　جان ٹھہری جانے والی جائے گی
روح رگ رگ سے نکالی جائیگی　　تجھ پہ ایک دن خاک ڈالی جائیگی
عیش کر غافل نہ تو آرام کر　　مال حاصل کرنہ پیدا نام کر
یاد حق دنیا میں صبح وشام کر　　جس لیے آیا ہے تو وہ کام کر
دار فانی کی سجاوٹ پر نہ جا　　نیکیوں سے اپنا اصلی گھر سجا
پھر وہاں بس چین کی بنسی بجا　　**انہ قدفاز فوزاً من نجا**
ترک اب ساری فضولیات کر　　یوں نہ ضائع تو اپنے اوقات کر
رہ نہ غافل یادحق دن رات کر　　ذکر وفکر ہاذم الذات کر
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے　　کرلے جوکرنا ہے آخر موت ہے
ملے خاک میں اہل شاں کیسے کیسے　　مکیں ہوگئے بے مکاں کیسے کیسے
ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے　　زمیں کھاگئی نوجواں کیسے کیسے
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے　　یہ عبرت کی جاہ ہے تماشہ نہیں ہے
زمیں کے ہوئے لوگ پیوند کیا کیا　　ملوک وحضور وخداوند کیا کیا
دکھائے گاتو زور چندکیا کیا　　اجل نے پچھاڑے تنومند کیا کیا

آخرت کی فکر:

موت کے ساتھ ساتھ آخرت کی فکر بھی ضروری بلکہ لازم ہے اور آخرت کی فکر یہ ہے کہ مسلمان کا عقیدہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد زندہ ہونے اور دنیوی زندگی کا حساب، اللہ کے حضور جانا، پھر یا جنت میں یا جہنم میں جانا ہے، لہٰذا یہ فکر کرنا کہ جہنم سے نجات اور جنت کا حصول ممکن ہو جائے صحابہ اور اولیاء بکثرت فکر آخرت سے کانپ اٹھتے تھے کیوں کہ اصل زندگی وہی ہے، مگر کسی کو پتہ نہیں کہ وہاں کیا ہوتا ہے۔

خوف آخرت سے بے ہوش ہوگئے:

اسی طرح ایک دفعہ سورۂ تکویر کی تلاوت کر رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے ”واذا الصحف نشرت“ جب اعمالنامے کھولے جائیں گے تو بیہوش ہوکر گر پڑے اور کئی دن تک ایسی حالت رہی کہ لوگ عیادت کو آتے تھے۔

قبروں کو دیکھ کر آخرت کی یاد:

حضرت عثمان غنیؓ اکثر خوف خداوندی اور فکر آخرت سے آبدیدہ رہتے دوسری زندگی کا خیال ہمیشہ دامن گیر رہتا تھا، آنکھوں سے آنسو نکل آتے، مقبروں سے گزرتے تو اس قدر روتے کہ ریش مبارک تر ہوجاتی، لوگ کہتے کہ دوزخ وجنت کے تذکروں سے تو آپ پر اتنی رقت طاری نہیں ہوتی، آخر مقبروں میں کیا خاص بات ہوتی ہے کہ آپ بیقرار ہوجاتے ہیں؟ فرماتے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قبر آخرت کی سب سے پہلی منزل ہے، اگر یہ مرحلہ آسانی سے طے ہوگیا تو پھر تمام منزلیں آسان ہیں اور اگر اس میں دشواری پیش آئی تو تمام مرحلے دشوار ہوں گے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر سے زیادہ برا اور مصیبت والا منظر میں نے کوئی نہیں دیکھا۔(ترمذی، ابن ماجہ)

آخرت کا خیال:

حضرت علیؓ اپنے عہد خلافت میں بازاروں میں تشریف لے جاتے وہاں لوگ راستہ بھولے ہوتے انھیں راستہ بتاتے، بوجھ ڈھونے والوں کے بوجھ اٹھادیتے، کسی کے جوتے کا تسمہ گر کر ٹوٹ جاتا تو اسے اٹھا کر دے دیتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے: ”تلك الدار الاخرت نجعلها للذين لا يريدون علوا فى الا رض و لا فسادا والعاقبة للمتقين“ ہم آخرت کا گھر ان لوگوں کو دیں گے جو زمین میں سرکشی اور فساد کرنا نہیں

چاہتے اور عاقبت کی فلاح وسعادت صرف پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

میرے نورنظر! تم اپنی نئی عمر سے دھوکہ نہ کھانا، موت کا کوئی ٹھکانہ نہیں، تمہیں بھی لامحالہ ایک دن وہیں جانا ہے، اس لئے آج ہی اس کی فکر کرو اور سفر سے پہلے زادِسفر فراہم کرلو، دنیا پرآخرت کو ترجیح دو۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی پوتے حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکرؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز صبح کے وقت میں اپنی پھوپھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ چاشت کی نماز پڑھ رہی تھیں، آپ کی زبان پر یہ آیت شریفہ تھی: "فمن الله علينا و وقانا عذاب السموم" (طور) اللہ نے ہم پر فضل فرمایا اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچالیا، آپ اس آیت کو دہراتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں، میں کچھ دیر تک تو آپ کے نماز سے فارغ ہونے کا انتظار کرتا رہا لیکن جب زیادہ دیر ہوئی تو میں نے سوچا کہ بازار کا کام کرتا آؤں، واپسی میں سلام عرض کرتا چلوں گا، میں بازار گیا اور وہاں کا کام کرکے واپس آیا تو دیکھا آپ اسی طرح آیت دہرا رہی ہیں اور رو رہی ہیں۔

آپ ﷺ فرماتے تھے مجھے تین آدمیوں پر بڑا تعجب ہوتا ہے:

ایک وہ جو دنیا کی طلب میں پڑا ہوا ہے اور موت اسے طلب کررہی ہے، دوسرا وہ جو موت سے غافل ہے، حالاں کہ موت اس سے غافل نہیں ہے، تیسرا وہ جو قہقہہ مار کر ہنستا ہے اور نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے یا ناراض، ایک بار فرمایا تین چیزیں مجھے اس قدر غمناک کرتی ہیں کہ میں رو دیتا ہوں، ایک تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی جدائی، دوسری چیز قبر کا عذاب، تیسری چیز قیامت کا خطرہ۔

ایک روز حضرت ابودرداءؓ خطبہ دینے کے لئے منبر پر کھڑے ہوئے تو فرمایا، میں اس روز سے بہت خوفزدہ ہوں جب خدا مجھ سے پوچھے گا کہ تم نے اپنے علم کے مطابق کیا عمل کیا؟ قرآن مجید کی ہر آیت پیکر شہادت بن کر نمودار ہوگی، پوچھا جائے گا کہ تم نے اوامر کی کیا پابندی کی؟ آیت آمرہ کہے گی کہ اس نے کچھ نہیں کیا، پھر سوال ہوگا کہ نواہی سے کہاں تک پرہیز کیا؟ آیت زاجرہ بولے گی، بالکل نہیں، لوگو! کیا میں اس وقت چھوٹ جاؤں گا۔

اگر مجھے جنت اور دوزخ کے متعلق اختیار دے دیا جائے کہ ان میں سے اپنے لئے جن کو چاہو پسند کرلو، یا راکھ ہوجاؤ تو میں راکھ ہوجانا پسند کروں گا تاکہ مجھ سے میرے اعمال کے متعلق کچھ جواب وسوال نہ ہو، آخرت کے خوف سے اکثر کہا کرتے تھے کاش ہم گھاس ہوتے۔

اللہ رب العزت ہم سب کو موت کی یاد کرنے اور آخرت کی فکر کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے اور ہم سے راضی ہوجائے اور موت کی سختی اور عذابِ قبر اور عذابِ جہنم سے محفوظ فرمائے۔ آمین یارب العالمین!۔

قلم کار حضرات متوجہ ہوں!

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے لیے اپنے دینی، اصلاحی، ادبی، دعوتی، تاریخی اور تحقیقی مضامین ارسال فرما کر اس دعوتی مشن کو آگے بڑھانے میں ہمارا تعاون کریں۔

- مضامین خوشخط، صاف اور کاغذ کے صرف ایک طرف ہی تحریر فرمائیں۔
- مضامین ارسال کرتے وقت رسالہ کے معیار اور علمی ذوق کا خاص لحاظ رکھیں۔
- شائع شدہ مضامین شامل اشاعت نہیں ہوں گے۔
- ناقابل اشاعت ہونے کی صورت میں مضامین واپس نہیں کیے جائیں گے۔
- مضامین بغیر حوالہ کے معتبر نہیں ہوں گے۔

نیز نقوش اسلام کے اندر شامل مضامین میں قلمکار حضرات جو رائے پیش کرتے ہیں، وہ ان کی اپنی ذاتی رائے ہوتی ہے، اس سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

تاریخ اسلام

مدینہ منورہ کی پہلی درسگاہ

جس کی بنیاد اخلاص وتقوی پر رکھی گئی

مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری

سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے مختلف ذرائع سے مختلف فرقے ایک اولوالعزم پیغمبر کی تشریف آوری کے منتظر تھے، مدینہ منورہ کے مشرکین اور یہود میں جب کچھ مخالفت اور جنگ ہوجاتی تو یہود کہا کرتے تھے کہ ذرا ٹھہرو عنقریب ایک پیغمبر مبعوث ہونے والے ہیں، ان کے ساتھ مل کر ہم تم سے بدلہ لیں گے۔

حج کے ایام میں ایک مرتبہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مختلف قبائل اور مختلف اقوام کو پیام الٰہی پہنچا کر اپنے مشن کی تکمیل فرمارہے تھے کہ اہل مدینہ کی ایک خوش قسمت جماعت سامنے آ گئی، آپ نے حسب عادت اصول اسلام پیش کر کے دین خداوندی میں داخل ہونے کی رغبت دلائی، ان حضرات کے قلوب تو اللہ تعالی نے نور ایمان سے منور ہونے کے لیے مستعد بنا رکھے تھے، آپس میں کہنے لگے کہ یہ تو وہی نبی معلوم ہوتے ہیں جن کا ہمارے ہم وطن یہودی ذکر کیا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق دل میں پختہ ہوگئی اور سات معزز آدمی اسی وقت اسلام کی دولت سے مالا مال ہوگئے، مدینہ منورہ میں پہنچ کر ان لوگوں نے دین اسلام کی اشاعت شروع کردی اور اپنے مقصد میں نمایاں کامیابی حاصل کر کے بہت سے لوگوں کو اپنا ہم خیال بنالیا۔

دوسرے سال حج کے موقع پر ان بزرگوں میں سے پانچ آدمی اپنے ہمراہ دوسرے نئے سات منتخب لوگوں کو لے کر ہادئ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خفیہ طور پر حاضر ہوئے اور یہ بارہ حضرات اسلام کی ضروری باتوں پر بیعت کر کے رخصت ہوئے، واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر کو جو خدا تعالی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں قرآن واسلام سیکھ رہے تھے، ان لوگوں کے ساتھ روانہ فرمایا کہ مدینہ میں مسلمانوں کو قرآن مجید اور اسلام کی تعلیم دیں۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ یہ ایک نہایت خوبصورت وحسین قریشی نوجوان تھے، بڑے مالدار گھرانے میں پیدا ہوئے تھے، ان کے والدین نے انہیں بڑے ناز ونعم سے پالا تھا، ان کی والدہ خناس بنت مالک اپنے اس بیٹے کی محبت میں دیوانی تھی، ان کے والد ان کے لیے دو دو سو درہم کا جوڑا خرید کر پہناتے تھے، عمدہ پوشاک اور لطیف خوشبو استعمال کرتے تھے، جب یہ مکہ کی راہوں سے گزرتے تھے تو لوگ صرف خوشبو سے اندازہ کرلیتے تھے کہ مصعب آرہے ہیں، حسن ظاہری کے ساتھ ذوق لطیف اور قلب سلیم کے بھی مالک تھے، یہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آئے اور اسلام کی دولت سے بہرہ ور ہوئے تو ان کے والدین کو بہت افسوس ہوا، انھوں نے انہیں گھر میں نظر بند کردیا، حضرت مصعب ایک عرصہ تک نظر بندی کی تکلیف برداشت کرتے رہے اور موقع ملتے ہی نکل بھاگے اور حبشہ کی راہ اختیار کی، حبشہ سے واپسی کے بعد رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مبلغ اسلام اور مدرس بنا کر مدینہ منورہ روانہ فرمایا، حضرت مصعب بن عمیر مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت اسعد بن زرارہ کے مہمان ہوئے اور ان کے مشورہ سے بنی ظفر کے ایک وسیع مکان میں اسلامی دنیا کے بہترین مدرسہ کا افتتاح فرمایا۔

مدینہ منورہ کے مسلمان ان کے پاس جمع ہوتے اور احکام ومسائل

کی تعلیم حاصل کرتے اور ذوق وشوق سے قرآن مجید یاد کرنے لگے، اس مدرسہ کا افتتاح اہل مدینہ کے لیے کوئی معمولی واقعہ نہ تھا، بہت جلد تمام شہر میں اس کی خبر پھیل گئی اور جہاں دین حق کے شیدائیوں کی امیدوں میں اس خبر نے تازہ جان ڈال دی، وہیں مخالفین اسلام کی آتش بغض وعداوت کو بھڑکا دیا، بنی عبدالاشھل مدینہ منورہ کا ایک بہت طاقت ور قبیلہ تھا، اس کے دو بڑے سردار اسید بن حضیر اور سعد بن معاذ نے جب یہ شہرہ سنا تو سعد بن معاذ نے اسید سے کہا کہ تم جا کر اس شورش کو موقوف کراؤ اور ان لوگوں کو روکو، مجھے اپنے بھائی اسعد بن زراہ سے لحاظ آتا ہے، ورنہ میں خود جا کر روک دیتا، جناب اسید اپنا نیزہ لے کر اٹھے اور اسلامی مدرسہ پہنچ کر مصعب بن عمیر اور اسعد بن زرارہ کو مصروف تعلیم پایا، اسید نے دھمکا کر مصعب سے پوچھا کہ تم یہاں کیوں آئے ہو، ہمارے بھولے بھالے لوکوں کو بہکاتے ہو، یہاں سے چلے جاؤ، حضرت مصعب نے نہایت متانت سے جواب دیا کہ یہ بہتر نہیں، آپ ٹھہریں اور ہماری بات سن لیں اگر آپ کو پسند آجائے تو قبول کرلیں، ناپسند ہوتو ہمیں اپنے پاس سے ہٹا دیں، اسید نے کہا ہاں یہ معقول بات ہے، اسید ان کے پاس بیٹھ گئے، حضرت مصعب اصول واحکام بیان کرنے لگے اور اسید قربان ہونے لگے اور کہا کہ یہ تو نہایت اچھا دین اور جلیل القدر مذہب ہے، جب تم لوگ اس دین میں داخل ہوتے ہو تو کیا کرتے ہو، مصعب سمجھ گئے اور فرمایا تم غسل کرو اور پاک کپڑے پہنو، کلمہ شہادت پڑھو اور دو رکعت نماز پڑھو، اسید نہایت خوشی اور جوش سے تمام افعال بجالائے اور مسلمان ہوگئے اور کہا کہ میں ایک شخص کو پیچھے چھوڑ آیا ہوں، اب جا کر اس کو بھیجتا ہوں، اگر وہ اس دین میں داخل ہوجائے تو پھر کوئی تم سے علیحدہ نہیں رہ سکتا، یہ کہہ کر اسید اپنی قوم کی طرف لوٹے، سعد نے جو منتظر بیٹھے تھے، دور سے دیکھ کر کہہ دیا کہ خدا کی قسم اسید کی وہ حالت نہیں رہی جس پر گئے تھے، قریب آئے تو پوچھا کہ کہو کیا بات دیکھی، اسید نے جواب دیا کہ میں نے دونوں سے خوب گفتگو کی، معلوم ہوا کہ وہ کوئی بے موقع بات نہیں کہتے مگر میں نے

افسوس کے ساتھ سنا ہے کہ بنی حارث اسعد بن زرارہ کے قتل پر آمادہ ہوکر جارہے ہیں، سعد کو یہ سن کر بہت غصہ آیا اور جلد وہاں پہنچنے کے لیے اٹھے اور آکر دیکھا کہ اسعد اور مصعب دونوں نہایت آزادی اور اطمینان سے کام کررہے ہیں، سعد سمجھ گئے کہ قتل کی خبر بے اصل تھی اور اسید کا مقصد مجھے یہاں بھیجنا تھا اور اسعد بن زرارہ سے کہا اگر میرے اور تمہارے درمیان قرابت کا تعلق نہ ہوتا تو تم مجھ سے اس قدر مروت کی امید نہ رکھتے، حضرت مصعب بن عمیر نے ان سے بھی یہی کہا کہ یہ نہایت آسان بات ہے کہ آپ ہماری بات سن لیں پھر آپ اگر قبول کرلیں تو بہت خوب ہے اور اگر برا سمجھیں تو ہم کسی دوسری جگہ چلے جائیں گے، سعد بیٹھ گئے، حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے اصول اسلام سنا کر قرآن مجید پڑھنا شروع کیا، سعد کا قلب تو خدا تعالی نے نہایت قابل بنا رکھا تھا، سنتے ہی فریفتہ ہوگئے اور اس مبارک مذہب میں داخل ہونے کا طریقہ پوچھا، حضرت مصعب نے کپڑوں کی پاکی اور غسل ووضو اور کلمہ شہادت اور دو رکعت نماز پڑھنے کا مشورہ دیا، سعد نے بخوبی غسل اور وضو کیا، پاک کپڑے پہنے اور صدق دل سے مسلمان ہوکر نماز پڑھی۔

اب سعد نور ایماں سے منور ہوکر حضرت اسید کو ساتھ لے کر اپنی قوم کے مجمع میں تشریف لائے اور کہا بنی عبدالاشھل کے لوگوں بتلاؤ میری نسبت کیا خیال رکھتے ہو، سب کہنے لگے کہ آپ ہمارے سردار ہیں، ہمارے مقتدا، ہم سب میں افضل ہیں، حضرت سعد نے فرمایا اب میری وہ حالت ہوگئی ہے کہ میں تم میں سے کسی مرد وعورت سے بات کرنا بھی گوارہ نہیں کروں گا جب تک کہ تم خدا اور اس کے رسول پر ایمان نہ لے آؤ، قبیلہ کے سب لوگ سمجھ گئے کہ ایسے بڑے معتمد سردار نے بلاوجہ ایسا بڑا تغیر اختیار نہ کیا ہوگا اور شام تک رفتہ رفتہ تمام مرد وعورت مشرف بہ اسلام ہوگئے، اس کے بعد یہ اسلام کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ سب کچھ اسلام پر قربان کرنے کو تیار رہتے تھے، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہر وقت اپنی جان قربان کرنے کے

لیے کمر بستہ رہتے تھے، احد کے میدان میں بڑی ثابت قدمی سے انہوں نے دشمنوں کا مقابلہ کیا اور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اوران کے بھائی حضرت عمرو بن معاذ جان دینے کے لیے بیتاب رہے یہاں تک کہ ان کے بھائی حضرت عمرو کی یہ تمنا پوری ہوگئی۔

سن ۵ ھجری میں جنگ خندق کے موقع پر کفار عرب اپنی پوری طاقت اکٹھا کر کے مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے، حضرت سعد نے بڑی بہادری دکھائی، اس میں کفار کی مسلمانوں سے جم کر آمنے سامنے کی لڑائی تو نہیں ہوئی بلکہ ایک خندق کے دونوں طرف فوجیں جمع تھیں، کفار مسلمانوں کا محاصرہ کئے پڑے تھے، کبھی کبھی چٹ پٹ لڑائی ہو جاتی تھی، ایک دوسرے کی طرف سے تیراندازی ہوتی رہتی تھی، ایک روز حضرت سعد بن معاذ نکلے تو ابن عرقہ حبان بن عبد مناف نے ان کو ایک تیر کھینچ کر مارا جوان کے ہاتھ پر لگا جس سے ان کی رگ ہفت اندام کٹ گئی، اس کا ہر طرح علاج کیا گیا مگر ٹھیک ہونے کی کوئی توقع نہ رہی، جنگ کا فیصلہ ہونے کے بعد انہوں نے یہ پسند کیا کہ پیغمبر انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب ہی حاصل رہے، چنانچہ مسجد نبوی میں ان کے لیے ایک خیمہ لگا دیا گیا اور رفیدہ اسلمیہ کو آقاء مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خدمت پر مامور کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بنوقریظہ کے یہودیوں کو ان کی عہد شکنی اور غداری کی وجہ سے سزا دینی چاہی تو یہودی نے اپنا فیصلہ حضرت سعد بن معاذ کے سپرد کیا، ان کا قبیلہ بنوقریظہ کا حلیف تھا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ان کے سرداروں سے اچھے مراسم تھے، بنوقریظہ کو ان پر بڑا بھروسہ تھا کہ تعلقات اور مروت کی بنا پر فیصلہ ان کے حق میں ہوگا، لیکن حضرت سعد نے فیصلہ تو یہ کیا کہ "فانی احکم فیھم ان تقتل مقاتلھم" یعنی اس غدار قبیلے کے لڑانیوالوں کو قتل کر دیا جائے، جب حضرت سعد اپنی زندگی سے بہت مایوس ہو چکے تو ایک دن انہوں نے یہ دعا مانگی اس سے ان کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازہ ہوتا ہے کہا: اے اللہ! اگر قریش سے کچھ لڑائیاں باقی ہوں تو مجھے ابھی زندہ رکھ مجھے ان سے لڑنے کی بڑی تمنا ہے، اس لیے کہ انہوں نے تیرے رسول کو بہت اذیت دی، ان کی نبوت کو جھٹلایا اور وطن سے نکلنے پر مجبور کر دیا، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ ایسے ظالموں سے زیادہ سے زیادہ جنگ کروں لیکن اگر ان سے جنگ کا سلسلہ ختم ہونے کا وقت آ گیا ہے تو اس زخم سے مجھے شہادت عطا فرما، غرض حضرت سعد کی دعا قبول ہوئی اور ان کا یہ زخم پھٹ گیا جس کی وجہ سے آپ کو شہادت نصیب ہوئی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد کی وفات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اھتز عرش الرحمن لموت سعد بن معاذ" یعنی سعد بن معاذ کی موت پر عرش رحمٰن بھی ہل اٹھا۔ (بخاری شریف جلد ۲)

حضرت ابن عمر کی روایت ہے کہ جس کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی وفات پر عرش الٰہی ہل گیا اور آسمانوں کے دروازے کھولدئے گئے اور ان کے جنازہ میں ستر ہزار فرشتے شریک ہوئے۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۲۶)

یہ ہے تذکرہ اس عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جو پہلی اسلامی درسگاہ اور اس کے پہلے مدرس کا معین و مددگار اور پشت پناہ تھا۔

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں اپنے کام میں مصروف رہے یہاں تک کہ معلم الاسلام والمسلمین خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مدینہ منورہ میں تشریف لا کر اس اسلامی درسگاہ کو تمام دنیا کے لیے سرچشمہ رحمت وہدایت بنا دیا، ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، حضرت مصعب سامنے سے گزرے ان کے پاس ایک چادر تھی جو کئی جگہ سے پھٹی ہوئی تھی اور ایک جگہ بجائے کپڑے کے چمڑے کا پیوند لگا ہوا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اس حالت اور اس سے پہلی حالت کا تذکرہ کرتے ہوئے آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فرمایا الحمدللہ یہ وہ نوجوان ہے جس سے زیادہ مکہ میں کوئی ناز پروردہ نہ تھا لیکن اس کی نیکی کی رغبت، اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نے اس کو تمام چیزوں سے بے نیاز کر دیا۔

جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے دست مبارک سے اسلام کا جھنڈا عطا فرمایا، اس علم کی حفاظت کے لیے حضرت مصعب نے اپنی آخری سانس تک قربان کردیا، جب کچھ دیر کے لیے دشمن غالب آئے تو ان کے شہ سوار ابن قمیہ نے اس پرچم کو سرنگوں کرنے کی کوشش کی اس نے آگے بڑھ کر حضرت مصعب کے ہاتھ پر تلوار کا وار کیا جس سے داہنا ہاتھ کٹ گیا، انہوں نے فوراً جھنڈا بائیں ہاتھ میں پکڑلیا، ابن قمیہ نے دوسرا وار کیا تو بایاں ہاتھ بھی کاٹ ڈالا لیکن انہوں نے اپنے کٹے ہوئے دونوں ہاتھوں سے پرچم کو اپنے سینے سے لگا کر تھام لیا کہ جس پرچم کو ان کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا کیا تھا اس کو اپنی زندگی میں سرنگوں نہ ہونے دیں گے، اس دشمن اسلام نے تلوار پھینک کر نیزے کا ایک وار ایسا کیا کہ اس کی انّی ٹوٹ کر سینے میں رہ گئی، حضرت مصعب نے علم اسلام اپنے بھائی ابوالروم بن عمیر کے سپرد کردیا اور خود جام شہادت نوش کیا، جنگ ختم ہونے پر جب سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جنازے کے پاس کھڑے تھے تو یہ آیت تلاوت فرمائی "من المومنين رجال صدقوا ماعاهدوا الله عليه" یعنی مومنوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جنھوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اس کو سچا کر دکھایا۔

❁❁❁❁

دینداری کا معیار

دینداری کا معیار عام طور پر نماز اور روزہ کو سمجھا جاتا ہے کہ جو زیادہ نماز پڑھے اور زیادہ روزہ رکھے وہ زیادہ بڑا دیندار ہے، حالانکہ دینداری کا معیار کچھ اور ہی ہے اور سچ ان میں سرفہرست ہے، تو جس میں جتنی سچائی ہوگی وہ اتنا ہی بڑا دیندار شمار ہوگا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی کے نماز، روزہ کو نہ دیکھو بلکہ یہ دیکھو کہ جب وہ بات کرے تو سچ بولے، جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو ادا کرے اور گناہ کا موقع ہوتے ہوئے بھی گناہ سے بچے۔ (رواہ بیہقی)

جنت کس کے لیے ؟

عن ابی سعید خدری رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال احتجت الجنة والنار،فقالت النارفی الجبارون والمتكبرون ، وقالت الجنة فی ضعفاء الناس ومساكينهم، فقضی الله بينهما انك الجنة رحمتی ارحم بك من اشاء وانك النار عذابی اعذبك من اشاء، ولكيكما علی ملوها۔(رواه مسلم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جنت اور دوزخ میں جھگڑا ہوا، جہنم نے کہا میرے اندر سرکش اور متکبر انسان ہوں گے اور جنت نے کہا کہ میرے اندر کمزور اور مسکین لوگ ہوں گے، پس اللہ نے ان کے درمیان فیصلہ فرمایا جنت! تو میری رحمت ہے، تیرے ذریعہ سے میں جس پر چاہوں گا رحم کروں گا، اور دوزخ (جہنم) تو میرا عذاب ہے میں تیرے ذریعہ جس کو چاہوں گا عذاب دوں گا، تم دونوں کا بھرنا میری ذمہ داری ہے۔

فائدہ: حدیث میں ضعفاء و مساکین سے مراد وہ اہل ایمان و تقوی ہیں جو صبر و قناعت سے زندگی گزار دیتے ہیں، لیکن دنیا کمانے کے لیے مکر و فریب سے کام نہیں لیتے، حدیث میں ان کے لیے بشارت ہے، ان کے برعکس اللہ کے احکام سے سرتابی کرنے والے جابر و متکبر کے لیے جہنم کی وعید ہے، اب یہ انسان کی اپنی پسند ہے کہ وہ ان قسموں میں سے جس قسم میں چاہے اپنا شمار کروالے، یہاں یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اللہ کے ہاں شان و شوکت کے ان مظاہر کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی جن کو اہل دنیا اہمیت دیتے ہیں، وہاں تو انسان کا ایمان، اخلاص اور تقوی دیکھا جائے گا اور اسی بنیاد پر اس کی قدر و قیمت ہوگی، اس لیے انسان کی اصل توجہ اپنے دل کی اصلاح کی طرف ہونی چاہئے نہ کہ صرف پرورش جسم کی طرف۔

❁❁❁❁❁❁

تبصرے

نئی کتابوں پر تبصرہ

محمد مسعود عزیزی ندوی

نام کتاب: مرکزی مدرسہ بورڈ اور اقلیتوں کی تعلیم
(چند قانونی اور علمی مشورے)
افادات: حضرت مولانا محمد ولی رحمانی
مرتب: مولانا محمد امتیاز رحمانی
صفحات: ۱۹۲ر قیمت: درج نہیں
ناشر: الہدایۃ اسلامک ریسرچ سنٹر، جامعۃ الہدایۃ، جے پور

زیر تبصرہ کتاب دراصل حضرت مولانا محمد ولی رحمانی کے مختلف مضامین کا مجموعہ ہے، جو انہوں نے مدرسہ بورڈ کے سلسلہ میں لکھے ہیں، اور اخبارات یا مستقل رسائل میں شائع ہوئے ہیں، یا پروگراموں میں پیش کئے گئے ہیں، مضامین کی اہمیت کے پیش نظر مولانا امتیاز صاحب رحمانی نے ان کو کتابی شکل میں مرتب کر دیا ہے، جس سے ان مضامین کی قیمت وافادیت بڑھ جاتی ہے اور یہ ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت اختیار کر جاتے ہیں، کیونکہ آج کل یہ موضوع سرکاری اور غیر سرکاری طور پر مسلمانوں کی خاص طور پر علماء اور اہل مدارس کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے اور اس سلسلہ میں ہر نام نہاد دانشور اور مفکر اپنی رائے پیش کر رہا ہے، بلکہ جتنے منھ اتنی باتیں سامنے آرہی ہیں، کچھ لوگ مرکزی مدرسہ بورڈ کی حمایت کر رہے ہیں اور کچھ لوگ اس کے وجود کا انکار کر رہے ہیں اور تجربات کی روشنی میں اس کو مدارس کے برباد کرنے کی سازش قرار دے رہے ہیں، مولانا ولی رحمانی چونکہ اسی گلیارے کے تربیت یافتہ ہیں اور وہ مدارس کے سرپرستوں اور ذمہ داروں میں بھی ہے، انہوں نے صوبہ بہار میں اس کے تلخ تجربات بھی دیکھے ہیں، ویسے بھی وہ مشہور علمی، روحانی اور سماجی شخصیت کے اعتبار سے جانے اور پہچانے جاتے ہیں اور معاشرے میں ان کا ایک وزن ہے، وہ حکومتی سطح پر بھی اپنی باتوں کو پہونچاتے ہیں اور ان کی اہمیت ہوتی ہے، اس لیے ان کے یہ مضامین حقائق کا ایک بہترین مجموعہ ہیں، انہوں نے اپنے مضامین بتلایا کہ قوم کیا چاہتی ہے، اور قانون اس سلسلہ میں کیا کہتا ہے، اور تجربات کیا بتاتے ہیں اور اس کی متبادل کیا تجاویز ہوسکتی ہیں اور اقلیتوں کی تعلیم کے سلسلہ میں قانونی اور عملی مشورے کیا ہیں، انہوں نے حکومت ہند کو چند مشورے بھی دئے ہیں اور بتلایا ہے کہ مدرسہ بورڈ نہیں بلکہ NIOS (نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اوپن اسکولنگ) کے ساتھ مدارس اسلامیہ کے طلبہ اور فارغین کو جوڑا جائے، نیز اس کتاب میں انہوں نے اقلیتی تعلیمی کمیشن ایکٹ کا مختصر جائزہ بھی پیش کیا ہے، مسلمانوں اور مدارس اسلامیہ پر وزارتی گروپ کی رپورٹ کے اثرات بھی پیش کئے اور انہوں نے بتلایا ہے کہ مدارس اسلامیہ نہ صرف دینی بلکہ علمی تعلیمی اور انسانی ضرورت ہیں، نیز لکھا ہے کہ وزارتی گروپ کی رپورٹ مدارس اور مسلمانوں کے خلاف راست اقدام کی سرکاری کوشش ہے، مزید یہ بھی بتلایا ہے کہ مسلمانوں اور مدرسوں کو خطرہ سمجھنا مریض ذہنیت کی علامت ہے، اور مسلمانوں کا بے داغ کردار کسی سرٹیفکیٹ کا محتاج نہیں، اور بتلایا کہ وزارتی گروپ کی رپورٹ میں مدارس کا رشتہ دہشت گردی سے جوڑا گیا ہے اور لکھا ہے کہ مدارس کی بڑھتی ہوئی تعداد سے مرکزی حکومت کو سخت تشویش ہے اور مدارس کے سلسلہ میں وزیر اعظم جھوٹی تسلی دے رہے ہیں اور مدارس اسلامیہ کے استحکام اور فلاح و بہبود کے لیے مدارس اسلامیہ کنونشن کا فیصلہ جیسے موضوعات پر مولانا نے گفتگو کی ہے، اور قوم کے لیے کچھ رہنما اصول اور خطوط بھی متعین کئے ہیں۔

غرضیکہ اس کتاب میں وقت کے اعتبار سے اچھا مواد ہے، اور کسی لائحہ عمل تک پہنچنے کے لیے اس میں ایک اچھا راستہ مل سکتا ہے، اور اس گرم موضوع کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے یہ کتاب ایک شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے، کیونکہ اس میں ماضی کے حوالے بھی ہیں، حال کا تجزیہ بھی ہے اور مستقبل کے لیے لائحہ عمل بھی، اس لیے اس کتاب سے فائدہ اٹھانا چاہئے، امید ہے کہ اہل نظر اور فکر مند لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔

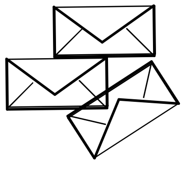

مراسلات

Markazulhyail Fikril Islami, Muzaffarabad, Saharanpur(u.p)

محترم ایڈیٹر صاحب

السلام علیکم!

ایک عرصہ کے بعد آپ کو خط لکھ رہا ہوں، معافی چاہتا ہوں ''مسلم سائنسداں ابن سینا'' آپ نے ماہ نامہ ''نقوش اسلام'' جون ۲۰۰۸ء کے شمارہ میں شائع کیا ہے، بہت بہت شکریہ۔

اب مسلم سائنسداں ''الغرناتی'' لے کر حاضر ہوا ہوں، پسند آجائے تو قریبی اشاعت میں شائع کردیں تو عین نوازش ہوگی، انشاء اللہ پھر سے یہ سلسلہ شروع ہوجائے گا۔

فقط آپ کا

محمد سراج الدین بنگلور

رفیق محترم جناب مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی

وفقہ اللہ لما یحب ویرضاہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعدہٗ طالب خیر بحمدللہ مع الخیر ہے اور امید کرتا ہے کہ آنجناب بھی مع رفقاء واحباب اور اہل خانہ خیریت سے ہوں گے۔

چند مضامین ومقالات حسب طلب ارسال کئے جاتے ہیں، ان میں دو مضامین عزیز القدر مولانا عبیداللہ ندوی سلمہ (استاذ تفسیر وحدیث مدرسہ فلاح المسلمین تیندوہ رائے بریلی) کے بھی ہیں، جو فقہ اسلامی سے متعلق ہیں جو اس سال فقہ اکیڈمی کے سیمینار میں زیر بحث ہیں، توقع کی جاتی ہے کہ ان سب کو شائع کریں گے۔

سلسلہ وار مضامین کی اشاعت پر بندہ آنجناب کا بہت مشکور ہے، اگرچہ اس رسمی شکریہ سے آنجناب کی شخصیت بالاتر ہے، دعاؤں میں یاد رکھیں۔

طالب دعا

رحمت اللہ نیپالی ندوی

استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بخدمت جناب مولانا محمد مسعود عزیزی ندوی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے، آپ کا بھیجا ہوا رسالہ ''نقوش اسلام'' ملا، جزاک اللہ، ماشاءاللہ رسالہ بہت معلوماتی اور مفید ہے، میں نے اسے کئی بار پڑھا اور اس سے ابھی استفادہ جاری ہے۔

اللہ تعالی اس رسالہ کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔

والسلام

محمد طاہر

گلزار گلی، جمال پور، علی گڑھ (یوپی)

مکرمی ومحترمی جناب ایڈیٹر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج گرامی بخیر ہوں، آپ کا مؤقر ''نقوش اسلام'' کتب خانہ سید عبدالحئ حسنی مرکز الامام ابی الحسن الندوی، دارعرفات میں پابندی سے پہنچ رہا ہے، مرکز الامام ابی الحسن کے ذمہ داران اور باحثین اور دوسرے صاحب ذوق حضرات استفادہ کرتے رہتے ہیں، ادارہ کے لیے یہ آپ کے بہترین تعاون ہے اور ہمیں امید ہے کہ آپ یہ سلسلہ جاری رکھیں گے، اور ہم بھی انشاءاللہ اپنے یہاں سے نکلنے والا پیام عرفات پابندی سے بھیجتے رہیں گے۔ والسلام

مرشد حسین

دارعرفات رائے بریلی (یوپی)

اقوال زریں

(۱) دنیا میں سب سے کمزور وہ شخص ہے جو اپنی خواہش پر قابو نہ رکھ سکا اور قوی وہ ہے جو ضبط کی قوت رکھتا ہے۔

(۲) دنیا سے منھ پھیر لو، دنیا تمہاری غلام بن جائے گی۔

(۳) قناعت بڑی چیز ہے اس پر قادر ہو تو تم بڑے دولت مند ہو۔

(۳) اگر تم ماتحت ہو تو پست ہمتی کے اور غلامانہ خیالات کبھی نہ رکھو، ہمیشہ ترقی کے زینے پر قدم رکھنے کا مضبوط ارادہ رکھو۔

(۴) وقت کو غنیمت جانو، کبھی خالی ہاتھ مت بیٹھو، بے کار لوگوں کے دلوں میں شیطان فوراً جگہ بنالیتا ہے۔ (انتخاب: ماسٹر طاہر حسن)

حالات حاضرہ

عالمی خبریں News World

حافظ عبدالستار عزیزی

اطالوی خواتین کو دعوت اسلام

روم - لیبیا کے حکمراں کرنل قذافی نے سینکڑوں اطالوی خواتین کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی، اقوام متحدہ کے خوراک کی سلامتی سے متعلق پروگرام پر یہاں منعقد سربراہ کانفرنس میں شرکت کے لیے آئے کرنل قذافی نے بڑی تعداد میں خواتین سے اسلام سے متعلق خطاب کیا اور کہا کہ یہ خیال غلط ہے کہ اسلام عورتوں کے خلاف ہے۔

اسرائیلیوں کا قبول اسلام

کویت- ہر سال ۱۰۰ر اسرائیلی یہودیت کو خیر آباد کہہ کر اسلام قبول کر لیتے ہیں، تبدیلی مذہب کے سلسلے میں یہ رپورٹ معروف اسرائیلی اخبار ''معاریف'' نے دی ہے، اسرائیلی وزارت عدل نے اس حقیقت کا انکشاف کیا ہے، اس کے بالمقابل چند لوگ عیسائیت بھی قبول کر لیتے ہیں لیکن ان کی تعداد اسلام قبول کرنے والوں کے مقابلے میں بہت کم ہے، وزارت عدل کی جانب سے جاری کردہ اس رپورٹ نے یہودیوں کے متشدد مذہبی حلقوں میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف غصے کی لہر دوڑا دی ہے۔

اخبار معاریف کے مطابق ۲۰۰۵ء اور ۲۰۰۷ء کے دوران اسرائیلی عدالت میں ۳۰۶ر اسرائیلیوں نے مذہب تبدیل کرنے کی درخواست دی تھی جن میں سے ۲۴۹ر نے اسلام قبول کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی اور محض ۴۸ر لوگوں نے عیسائیت قبول کرنے کی درخواست دی تھی۔ (المجتمع)

ایران کو سخت پابندیوں کی دھمکی

تہران - ایران کے صدر محمود احمدی نژاد نے نیوکلیائی ایندھن کی افزودگی سے متعلق مغربی ممالک کے ذریعہ پیش کردہ پیش کش کو سال کے آخر تک منظور کرنے کی مہلت کو آج مسترد کر دیا، واضح رہے کہ اگر ایران اپنی کم افزودہ یورینیم کی مکمل کھیپ ملک سے باہر بھیجنے کے لیے راضی نہیں ہوتا تو امریکہ نے یہ واضح کر دیا ہے کہ وہ اقوام متحدہ میں اس کے خلاف سخت پابندیاں عائد کرانے کی کوشش کرے گا، دوسری جانب صدر احمدی نژاد نے جنوبی شہر شیراز میں اپنی تقریر میں کہا کہ وہ کسی بھی معاملہ میں ڈیڈ لائن طے کرنے والے کون ہوتے ہیں، انہوں نے کہا کہ اگر وہ طرز عمل، رویہ اور لٹریچر میں اصلاح نہیں لاتے ہیں تو ہم ان کے لیے ڈیڈ لائن طے کریں گے، انہوں نے کہا کہ ہم ان سے ایران کے عوام کے لیے تاریخی حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں، واشنگٹن میں امریکی حکام نے کہا ہے کہ ایران کے نیوکلیائی پروگرام کے تعلق سے اس کے ساتھ مذاکرات کرنے والی مغربی طاقتیں جن میں امریکہ، برطانیہ، فرانس، روس، چین اور جرمنی شامل ہیں۔

وفیات

❁ ماہر اقبالیات اور ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے قلمی معاون جناب بدیع الزماں صاحب کا ۹ر ستمبر ۲۰۰۹ء کو پھلواری شریف پٹنہ میں انتقال ہو گیا ہے۔

مرحوم نے سب سے پہلے اردو شعراء کے کلام کا گہرائی سے مطالعہ کیا بالآخر ان کی نظر علامہ اقبال کی ''کلیات اقبال'' جیسے مجموعہ پر جا کر ٹھہر گئی، جن کی وجہ سے ان کو وہ ''خاتم الشعراء'' سمجھتے تھے، بہرحال آپ نے اقبالیات پر قلم اٹھایا اور تادم حیات انہوں نے قرآن مجید کی روشنی میں اقبالیات پر تقریباً چار ہزار صفحات لکھے ہیں، تمام قارئین سے ان کے لیے دعائے مغفرت اور بلندی درجات کی درخواست ہے۔

❁ دارالعلوم وقف دیوبند کے مہتمم اور مسلم پرسنل لاء بورڈ کے نائب صدر مولانا محمد سالم قاسمی کی اہلیہ کا ۲۲ر دسمبر ۲۰۰۹ء کو انتقال ہو گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحومہ صوم وصلاۃ کی پابند اور ایک دیندار باحوصلہ خاتون تھیں اور تقریباً ۷۵ر بہاریں دیکھی تھیں، ادارہ ''نقوش اسلام'' مرحومہ کے وارثین کے ساتھ غم میں برابر شریک ہے اور ان کو تعزیت مسنونہ پیش کرتا ہے اور قارئین سے گزارش کرتا ہے کہ مرحومہ کے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما کر بلند درجات نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔